ڈاکٹر روبینہ شاہین
گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج
برائے خواتین وقار النساء راولپنڈی

# غیر افسانوی نثر میں عبدالحلیم شرر کا مقام و مرتبہ

Abdul Haleem Sharar was a well known as novelist in urdu literature, but infect he was Biographer, paly writer, historian, Critic and a Journalist. Being inspired by Sir Syed Ahmed Khan, he was against old and traditional values, prevailing in the society. In his wirtings, we find the moral values and love for literary work. He wrote prose that was so excellence. He chose topics that mainly relaited to the changing conditions in the society. His fiction and non fiction writings are of great importance. He was bestowed Almightly Allah to write about the life of the Holy Prophet (PBUH). The writings of Sharar are compromised of eight volums. These all reflect the intellectual powers of the writer. He laid the foundation of blank verse in Urdu literature. He was the representative of prose of his age.

عبدالحلیم شرر اردو ادب کی معروف ومشہور شخصیت ہیں۔ انہوں نے سرسید احمد خاں اور ان کے ہم عصروں کے ساتھ مل کر ادب میں قدیم و فرسودہ روایات کو نکال پھینکنے اور اصلاح معاشرہ کا عظیم کام سرانجام دینے میں اہم کردار ادا کیا وہ اگرچہ اردو ادب کے پہلے تاریخی ناول نگار ہیں اور اسی وجہ سے مشہور ومعروف بھی ہیں۔ عبدالحلیم شرر کا دور ادب نوازوں اور ادب کے خیر اندیشوں کا ایسا دور تھا جو حسن بیان اور حسن خیال کی توسیع کوششوں میں مصروف رہا۔ ان کی تحریروں میں خوش ذوقی، ادب نوازی اور اصلاح پسندی کے عناصر کافی مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ شرر کی تحریروں کے عنوانات و موضوعات ان کے نقطہ نظر اور اصلاح پسندی کی پیداوار ہیں۔

شرر کو سیرت نگاری و سوانح نگاری، تنقید اور تاریخ میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ شرر کے عہد کے ادیب کچھ مخصوص میدان ادب میں مقام و مرتبہ کے حامل تھے۔ اس کے برعکس اس شررکئی اصناف ادب میں اپنا خاص مقام رکھتے ہیں۔ اگرچہ ادبی دنیا میں وہ ناول نگار کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں لیکن تاریخی ناول نگار کے علاوہ بھی ان کے کئی ایک میدان تھے۔ شرر کے ہاں وسعت خیال بھی ہے اور تنقیدی نظر بھی۔ عبدالحلیم شرر کی ذات ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے اور ان کی ادبی کاوشیں اردو زبان و ادب کے لیے ناقابل فراموش ہیں۔ ان کا نام بطور سیرت نگار، سوانح نگار، مضمون نگار، خاکہ نگار، ڈرامہ نگار، تاریخ نگار، نقاد اور صحافی کی حیثیت سے ہمیشہ یادگار رہے گا۔

انیسویں صدی کا اختتام اور بیسویں صدی کا آغاز اردو ادب کے لیے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس لیے کہ شاعری کا رنگ بدلنے کے ساتھ ساتھ نثر میں بھی نئے اصناف ادب کا آغاز ہوا۔ ناول، سوانح نگاری، مضمون نگاری، تاریخ نگاری، تنقید وغیرہ کی ابتدا اسی دور سے ہوئی ہے۔ سرسید، حالی، آزاد، ذکاء اللہ، نذیر احمد، شبلی، اکبر، سرشار اور شرر کے ہاتھوں اردو ادب کی نئی دنیا نے جنم لیا۔ ان میں سے ہر ایک کا کارنامہ بہت اہمیت کا حامل اور اردو کے خزانہ کے لیے بہت قیمتی ہے۔ مولانا عبدالحلیم شرر بھی اردو نثر کے بڑے بڑے ستونوں میں ایک ہیں۔ انہوں نے اردو ادب میں جو اضافے کیے ہیں ان کو سامنے رکھ کر ادیبوں اور شاعروں نے اردو ادب کے دامن کو وسعت عطا کی اور زمانے میں جو تبدیلیاں رہی تھیں ادب کو ان کے مطابق بنانے کی کوشش کی۔ عبدالحلیم شرر نے اردو ادب کو اعلیٰ پائے کی نثر دی۔ انہوں نے ذوق وشوق سے ادب کے ہر شعبہ کو چمکانے کی کوشش کی۔ آپ نے مغرب سے آنے والے نئے علوم وفنون، معلومات و خیالات سے استفادہ کیا۔ انہوں نے نئی شاعری، ناول، ڈرامہ، تنقید، سوانح نگاری، سیرت نگاری، انشا، علمی مضمون نگاری ہر چیز کو فائدہ پہنچایا۔ انہوں نے اپنے فن سے قومی زندگی میں جوش اور گہرائی پیدا کی اور اردو ادب کا دامن مالا مال کر دیا۔ شرر نے اپنی نگارشات کے ذریعے سے نثری خزانے کو نادر کتابوں سے بھر دیا۔ ان کا تخلیق کیا ہوا غیر افسانوی ادب زندگی کا ترجمان ہے۔ انہوں نے اپنے موضوعات مادی زندگی اور معاشرے کی بدلتی ہوئی صورتحال سے اخذ کیے۔ انہوں نے جو کچھ بھی لکھا معاشرے کی فلاح و بہبود کے لیے لکھا۔ اگرچہ یہ حقیقت ہے کہ ادب کے بیج ہماری مادی زندگی اور معاشرے سے پھوٹتے ہیں لیکن اس بات میں بھی بڑی صداقت ہے کہ ادب ایک ایسی طاقت ہے جو زندگی کو زندگی اور آدمی کو انسان بناتی ہے۔ ہمارے وجود کی اصل روح ادب ہی ہے جس کی بدولت ہم دنیا میں جینے کا سلیقہ، مقصدِ حیات، مثبت انداز فکر ونظر اور سچی خوشیاں حاصل کرتے ہیں۔ اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ ادب ہی قوموں کی تقدیر بناتا ہے۔ یہ اپنے اندر ماضی، حال اور مستقبل کو سمیٹ لیتا ہے۔

اردو ادب میں افسانوی اور غیر افسانوی نثر میں شرر کے کارنامے اہمیت کے حامل ہیں۔ انہوں نے ناول بھی لکھے اور ڈرامے بھی۔ ان کو شہرت تاریخی، ناول نگار کی وجہ سے ملی۔ اگرچہ بعض نقاد انہیں اردو کا بہترین ناول نگار تسلیم نہیں کرتے لیکن یہ حقیقت ہے کہ سرشار، نذیر احمد، رسوا اور شرر کا نام ایک ساتھ لیا جاتا ہے۔ ان پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ ان کے ناولوں میں سماجی زندگی کی جزئیات نہیں ہیں۔ ان پر عامیانہ انداز کا مذہبی غلو حاوی رہتا ہے۔ حقیقت نگاری کے بجائے رومان اور داستان آفرینی غالب رہتی ہے۔ کرداروں کی تخلیق میں بھی یہ ناکام رہے۔ ایک ناول کے کردار کی جگہ دوسرے ناول کا کردار رکھ دیا جائے تو نمایاں فرق محسوس نہیں ہوتا۔ ان کا نظریہ عشق بسا اوقات مخرب اخلاق بھی کہا جا سکتا ہے۔ عورت کے بارے میں شرر کا تصور بہت ناقص ہے۔ اس طرح کی متعدد خامیوں کے باوجود ان کی اہمیت پر حرف نہیں آتا اور یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ شرر نے افسانوی نثر کے فن کو جس تسلسل اور انہماک کے ساتھ اپنا سرمایہ حیات بنایا۔ ان کے پیش روں اور ہم عصروں میں کسی نے اس طرح اختیار نہیں کیا۔ شرر اپنی افسانوی اور غیر افسانوی نثر

میں طرز ادا کی بنا پر منفرد و ممتاز ہیں۔ انہوں نے محاوراتی زبان کو فطری آہنگ عطا کر کے بیانیہ کے لائق بنایا۔ فطری اندازِ بیان کو ترقی دی۔ فضا آفرینی و منظر نگاری کی خوبصورت مثالیں قائم کیں جن کا جواب نہ تو اس دور میں ممکن تھا اور نہ آج کے دور میں۔ شرر نے غیر افسانوی نثر لکھ کر اردو ادب کی بہت خدمت کی۔ نثر کی بہت ساری اقسام ہیں لیکن دو بڑی اقسام افسانوی نثر اور غیر افسانوی نثر ہیں۔ افسانوی نثر میں داستان، ناول، افسانہ اور ڈرامہ شامل ہیں جبکہ غیر افسانوی نثر میں دیگر اصناف نثر شامل ہیں مثلا سیرت نگاری، سوانح نگاری، سفر نامہ، صحافت، لسانیات و ڈائری، مکتوبات، انشائیہ، مضمون نگاری، مقالہ نگاری، خاکہ نگاری، تنقید، تاریخ، رپورتاژ، مزاح نگاری وغیرہ۔ شرر جامع الحثیات ہیں۔ بطور سیرت نگار اردو ادب میں ان کا خاص مقام و مرتبہ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ ہمارے لیے خیر و فلاح کی جانب لے جانے والی منور کہکشاں ہے۔ سیرت طیبہ پر ہر زبان میں، ہر پہلو پر، ہر گوشے اور ہر عنوان سے مفصل اور مجمل مورخانہ اور محدثانہ، علمی اور تحقیقی انداز سے لکھی جانے والی کتابوں کے عظیم ذخیرے کے باوجود بے شمار نادر پہلو اور متعدد اسالیب بیان کے امکانات آج بھی باقی ہیں۔ فکر قلم کی نادرہ کاری کا یہ میدان اس موضوع مقدس کا وہ اختصاص ہے جو قیامت تک باقی رہے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اس قدر پہلو دار ہے کہ رہتی دنیا تک مصنفین و مولفین لکھتے رہیں گے اور حیات مقدسہ کے نئے زاویئے ابھرتے رہیں گے۔ شرر کے عہد کو اگر عمیق نظروں سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ شرر نے سیرت نگاری پر قلم کیوں اٹھایا ہے۔ اس زمانے کا تقاضا یہی تھا کہ قوم کی اصلاح اور ان میں دینی حمیت اور اپنی تاریخ و اسلاف سے محبت پیدا کرنے کے لیے اسی صنف ادب پر بھی قلم اٹھایا جائے۔ شرر نے تاریخ اسلام ،جویائے حق اور خاتم المرسلین جیسی کتب سیرت لکھ کر اس درخشاں عہد اور شخصیت کو موضوع بنایا۔ جس سے محبت و عقیدت ہر مسلمان کے دل میں موجود ہے۔ شرر نے سیرت رسول کریم صلی اللہ علیہ کو قوم کے سامنے پیش کیا۔ تاکہ مسلمان اپنے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر کامیاب و کامران زندگی بسر کر سکیں۔ اپنے تنزل کے اسباب پر غور و فکر کریں۔ اسی اصلاح کے جذبے کے تحت شرر ایک واضح مقصد لے کر آگے بڑھے اور اپنی قوم کو غنودگی کی کیفیت سے آزاد کرایا۔ سیرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو تاریخ کے پیرائے میں ناول کے پیرائے میں بیان کیا تاکہ تاریخ سے دلچسپی لینے والے بھی فیض یاب ہوں اور ناول سے دلچسپی لینے والے بھی اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں۔ شرر نے تین مختلف تجربے کیے جن میں وہ کسی حد تک کامیاب ہوئے۔

تاریخ اسلام کی پہلی جلد جو کہ سیرت رسول پاک سے متعلق تھی۔ وہ بہت اہمیت کی حامل کتاب ہے۔ شرر نے یہ تاریخ تین حصوں میں لکھی اور اس کی پہلی جلد شائع ہوتے ہی عثمانیہ یونیورسٹی کے نصاب میں داخل ہوگئی۔ یہ شرر کا آخری علمی کارنامہ تھا جو کہ بڑی اہمیت کا حامل گردانا جاتا ہے۔ شرر نے عرب کے تاریخی واقعات اور سیرت رسول پاک کو اپنے مخصوص انداز سے قاری تک پہنچایا۔ تاکہ مسلمانوں میں اسلام سے محبت اور رسول پاک سے عقیدت کا جذبہ پروان

چڑھے اور وہ بھی اپنے آباو اجداد کے نقش قدم پر چلیں اور اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہوکر زمانے میں اپنا نام دوبارہ روشن کریں۔شرر نے ان کتب سیرت میں عرب کے تاریخی واقعات، مسلمانوں کی تہذیب، دین داری، فیاضی، علمی مشاغل اور وضع داریوں اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کو اس انداز سے لکھا کہ پڑھنے والا اس سے اثر ضرور قبول کرتا ہے۔مصنف کی خوبی یہ ہے کہ سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مرکز بناتے ہوئے اس سے متعلقہ وہ تمام معلومات بھی قاری تک پہنچانے کی کوشش کی جس سے سیرت پاک کا پورا تاریخی ماحول مع سیاق وسباق کے قاری کے سامنے آ جاتا ہے اور یوں قاری کو سیرت رسول پاک کا فہم بہتر طریق سے ہوتا ہے۔

عبدالحلیم شرر کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سیرت نگاری کا ذوق خصوصی طور پر ودیعت ہوا تھا۔ انہوں نے اس عطیہ خداوندی کو دیانتداری اور صداقت کے ساتھ استعمال کرنے کی پوری کوشش کی۔ ان کی تحریر کی ایک ایک سطر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے مملونظر آتی ہے۔ رسول پاک کی محبت ہی وہ بنیادی جوہر تھا جس نے ان سے ایسا منفرد اور ممتاز کارنامہ سرانجام دلوایا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ ان کی سیرت کی کتب ان کے ہم عصر سیرت نگاروں کی کتب سے منفرد اور ممتاز ہیں۔عبدالحلیم شرر چونکہ علی گڑھ تحریک سے وابستہ مصنفوں اور ادیبوں میں شامل تھے۔ اس لیے انہوں نے سرسید احمد خان کے نقطہ نظر کو بیان کرنے کے لیے ہر صنف ادب میں کچھ نہ کچھ لکھا۔ سیرت نگاری پر کتب لکھ کر شرر نے اس صنف نثر کو بھی منفرد مقام عطا کیا۔

عبدالحلیم شرر کی 'تاریخ اسلام '،'جویائے حق 'اور'خاتم المرسلین ' کتب سیرت میں ایک قابل قدر اضافہ ہیں۔ یہ کتابیں کئی اعتبار سے سیرت کی کتابوں میں نہ صرف منفرد اور نمایاں مقام رکھتی ہیں بلکہ اپنی چند خصوصیات کی وجہ سے یکتا اور امتیازی درجے پر فائز ہیں۔ اردو زبان میں یہ کتابیں اپنی نوعیت کی اولین کتب سیرت ہیں۔ ان کتب کو اگر چہ عبدالحلیم شرر نے تاریخ، ناول اور سیرت کے انداز میں لکھا ہے۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کتب کو سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مختصر اور جامع انسائیکلوپیڈیا بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔اس کے مولف نے سیرت کے بیان کے لیے جو اصول تالیف اور طرز بیان اختیار کیا ہے وہ نہ صرف تاریخ نویسی اور ناول نگاری کے جدید تقاضوں کو پورا کرتا ہے بلکہ ایک نیا اور قابل تقلید معیار بھی قائم کرتا ہے۔عبدالحلیم شرر نے سیرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قدیم و جدید مصادر اور کتب حوالہ سے استفادہ کیا ہے۔ ان کتب سیرت میں عبدالحلیم شرر نے سرزمین عرب کی معلومات، جگہوں، مقامات و آثار کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کتب سیرت کی نمایاں خوبی یہ ہے کہ مصنف نے دلکش، منفرد اور دل نشین اسلوب بیان اختیار کیا۔عبدالحلیم شرر کو اللہ تعالیٰ نے نہایت درجہ خوبصورت اسلوب تحریر کی صلاحیت ودیعت فرمائی تھی۔ ان کتب سیرت میں دلکش اور ضمنی عنوانات سے واقعات کے بیان تک شرر نے عمدہ نثر نگاری کا ایک معیار قائم کر دیا ہے۔ نہ کہیں قلم کو شرر نے بھٹکنے دیا اور نہ ہی بیان میں تخیل کو دخل اندازی کی اجازت دی۔ یہ کوئی آسان کام نہیں بلکہ تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف ہے۔ ان کتب سیرت کی نمایاں ترین خوبی یہ ہے کہ ان میں سیرت پاک کا یک رخا بیان نہیں بلکہ حالات و

واقعات کے بیان کے ساتھ ساتھ سرزمین عرب کی فضا، ماحول اور صورت حال کو بھی مصنف نے بیان کیا ہے۔ سیرت کے حوالے سے متعلقہ اقوام وقبائل، ادیان اور انبیائے اکرام کے احوال بھی شرر نے بیان کیے ہیں۔

ان کی کتب سیرت اختصار کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ و مقدس زندگی اور عمدہ اخلاق و عادات کو بیان کرتی ہیں۔ یہ کتابیں سلیس و شگفتہ زبان اور موثر و دلکش پیرایہ بیاں کی مثالیں ہیں۔ سیرت پر مشتمل ان کتب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے۔ ان کتب میں جہاں واقعات کے بیان میں تسلسل پایا جاتا ہے وہاں اوصاف حمیدہ کے بیان میں توازن بھی موجود ہے۔ معلومات کی فراوانی، حسن ترتیب، اخلاقی امور کو استدلال کے ذریعہ حل کرنے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے واقعات کو ممکنہ تفاصیل اور جزئیات کے ساتھ پیش کرنے کی وجہ سے یہ کتب سیرت اعلیٰ پایہ کی سیرت نگاری کا نمونہ ہیں۔ اندازِ بیان علمی لیکن عام فہم ہے۔ ان کتب میں حضور کی نبوت سے پہلے کی زندگی اور بعثت کے بعد کی زندگی کے ہر پہلو کا جائزہ موجود ہے۔

مصنف صاحب علم وقلم ہے۔ اس نے اپنے علم سے فیض پہنچانے کے لیے ایسا طریق تحریر اختیار کیا ہے جس میں سنجیدگی اور وقار ہے۔ قاری کو متاثر کرتا ہے۔ بغیر ثبوت اور دلیل کے وہ کسی واقعہ کو بیان نہیں کرتے۔ یہی سیرت نگاری کے بنیادی تقاضے ہیں۔ یوں تو اس دور میں بھی سیرت النبی پر بہترین معلومات کے ساتھ اعلیٰ درجہ کی متعدد کتابیں لکھی گئی لیکن عبدالحلیم شرر نے جویائے حق، تاریخ اسلام اور خاتم المرسلین میں اس مقصد کی وضاحت کی کہ موجودہ دور کی طاغوتی قوتوں کے مقابلہ میں حضور کی پیروی ہی باعث نجات ہوسکتی ہے۔ واقعات کا انتخاب مصنف کے وسیع مطالعہ اور ذوق کا مرہون منت ہے۔ اندازِ تحریر نے ان کو دلنشین بھی بنا دیا ہے اور سبق آموز بھی۔

عبدالحلیم شرر تحریک علی گڑھ سے متاثر تھے۔ اس تحریک کی مقصدیت کا اثر ان کے فن پر بھی پڑا۔ یہی وہ تحریک ہے جس نے اردو ادب کو نئے راستے پر لگایا۔ اس تحریک نے جذباتیت کو فروغ دینے کی بجائے تدبر، شعور اور گہرے تعقل کو فروغ دیا۔ ادبی سطح پر اس تحریک نے اردو نثر کو سنجیدہ، باوقار اور متوازن معیار عطا کیا۔ اسے شاعری کے مقفی و مسجع اسلوب سے نجات دلائی۔ سادگی و متانت کو فروغ دیا۔ اس طرح ادب کی افادی اور مقصدی حیثیت ابھر کر سامنے آئی۔ اس تحریک نے سائنسی نقطہ نظر اور اظہار کی صداقت کو اہمیت دی اور اس کا سب سے زیادہ اثر سوانح اور سیرت نگاری کی صنف پر پڑا۔ عبدالحلیم شرر نے اس تحریک سے متاثر ہو کر سیرت نگاری کی صنف کو اپنایا۔ مسلمانوں میں جذبہ حریت، مذہبی لگاؤ اور اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کے لیے کتب تحریر کیں۔ اٹھارویں صدی میں عیسائی مبلغین نے اسلام اور ناموران اسلام کے غلط سوانحی کوائف شائع کر کے اسلام کے بارے میں غلط فہمیاں پھیلانے کی کوشش کی اور اس میں ہندو مورخ بھی شریک ہو گئے تھے۔ شرر نے اپنی غیر افسانوی نثر مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کو فروغ دینے کے لیے لکھی۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اسلام اور بانی اسلام کے بارے میں پھیلائی گئی غلط فہموں کے ازالے کی کوشش کی۔ شرر نے بانی اسلام اور ناموران اسلام کی سوانح عمریوں کو موضوع بنایا اور ان کی زندگی اور کارناموں کو تاریخ کے سچے تناظر میں پیش کر کے عوام الناس کو اسلام

کی مثالی شخصیتوں سے روشناس کرا دیا۔ شرر کی سیرت نگاری کا مقصد یہ تھا کہ برصغیر پاک و ہند کے مسلمان اپنی زندگیوں کو اسوہ حسنہ کے مطابق بسر کریں اور موجودہ ذلت و رسوائی سے نکل سکیں۔ شرر نے رسول پاکﷺ کی حیات اور اسوہ حسنہ کا بہت گہرا مطالعہ کیا ہے جس کا ثبوت ان کی کتب سیرت کے مطالعے سے ملتا ہے۔ عرب کے زمانہ جاہلیت کی سوسائٹی، اسلامی دور اور دور نبویﷺ کو اس طرح سے دکھایا کہ پڑھنے والا سیر نہیں ہوتا۔ قاری دلچسپی اور عقیدت و احترام سے ان کتب کو پڑھتا ہے اور اس کا ایمان تازہ ہوتا ہے۔ شرر نے ان کتب میں یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ آپﷺ کے لائے ہوئے سماجی، سیاسی، معاشی، مذہبی اور اخلاقی انقلاب کا یہ اثر ہوا کہ معاشرہ ہر اعتبار سے نہ صرف مربوط و مستحکم ہوا بلکہ ہر قسم کی برائیوں سے پاک بھی ہوا۔ اس کے اثرات پوری عالم انسانیت پر مرتب ہوئے۔ آنحضورﷺ کی ذات و بابرکات، نافذ کردہ اصلاحات و انقلابات کا اعتراف مسلم اور غیر مسلم ہر ایک نے کیا ہے۔ مختصراً یہ کہ شرر کی کتب سیرت میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی پہلو ملتے ہیں۔ ان کتب میں ایک بڑے انشاپرداز کا پورا زور قلم نظر آتا ہے۔ ان کے اسلوب میں والہانہ پن ہے جوش بیان، خطیبانہ رنگ، منطقی استدلال، حسن بیان، بہتر معلومات ان کتب میں موجود ہیں۔

اردو جیسی نوخیز زبان سے یہ توقع رکھنا کہ شرر کے زمانے میں ہر لحاظ سے بے عیب اور مکمل سوانح عمریاں اس کے ادب میں وجود میں آ گئی ہوں گی۔ بے جا اور بے محل ہے، فارسی زبان کے ہزار سالہ ادب میں ہمیں ایسی سوانح عمریاں نظر نہیں آتی جن کو فنی اعتبار سے اعلیٰ اور کامل کہا جا سکے۔ شرر کا زمانہ ایک ایسا زمانہ ہے جس میں فنی شعور ابھی تک ناپختہ تھا۔ یہ سچ ہے کہ اردو زبان و ادب نے جو کچھ حاصل کیا وہ عربی و فارسی ادب سے حاصل کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سوانح نگاری کے فن میں بھی اس کا ابتدائی سرمایہ عربی و فارسی نمونوں کے مطابق ہے۔ سوانح نگاری کی اہم اور قدیم ترین شاخ سیرت نگاری ہے۔ اس کی ایک اور اہم شاخ تذکرہ نگاری ہے۔ ابتدا میں تذکرہ نگاری بہت مقبول ہوئی۔ تذکروں سے الگ صحیح معنوں میں سوانح عمریاں لکھنے کا رواج جدید مغربی اثرات کا مرہون منت ہے۔ ہندوستان میں سترہویں اور اٹھارویں صدی میں عیسائیوں کی تبلیغی کوششوں کے ردِعمل میں سوانح نگاری کا فن ابھرا۔ شرر کے دور میں اکثر مورخ اور سوانح نگار ان اثرات سے متاثر ہوئے۔ سرسید احمد خان کی 'خطبات احمدیہ'، مولوی چراغ علی کے ۲ رسالے 'بی بی ہاجرہ' اور 'ماریہ قبطیہ' اور مولوی نذیر احمد کی کتاب 'رسالت الامۃ' اسی مناظرہ فضا میں منظر عام پر آئیں۔ شرر کے دور کے سب سے بڑے سوانح نگار حالی اور شبلی تھے۔ ان کی تصانیف میں فنی محاسن بھی موجود ہیں۔ شرر کے دور میں اکثر علمی کوششیں دفاعی اور مدافتی تھیں۔ اس لیے کہ ان کا مقصد علم برائے علم یا ادب برائے ادب نہیں تھا بلکہ ان کا مقصد مغربی خیالات سے نباہ کی صورت پیدا کرنا۔ قومی محاذ بنانا تھا۔ اسی مقصد کے حصول کے لیے سوانح نگاری اور تاریخ نگاری سے بڑا کام لیا گیا اور سلسلہ ناموران اسلام اس کی کڑی ہیں۔ اس دور میں شرر جیسا صاحب قلم بھی موجود تھا۔ جس نے جارحانہ دستور العمل اختیار کیا اور اس میدان میں پیش قدمی کی۔ اس میں شک نہیں کہ اس قومی محاذ نے تقویت پائی۔

سوانح نگاری کے فن میں شرر پر شبلی اور حالی کو ترجیح حاصل ہے۔ حالی کی سوانح عمریاں اصول فن کے لحاظ سے شبلی

سے بہتر ہیں۔ ان کی سوانح عمریوں میں اگرچہ نام وارانِ عالم کا ذکر ہے مگر ان کا مقصد اور نصب العین شبلی کے مقصد اور نصب العین سے مختلف ہے۔ حالی کی سوانح عمریوں میں ادبی تحریک جبکہ شبلی کی سوانح عمریوں میں معنوی تحریک کارفرما ہے۔ شرر کے دور میں رفقائے سرسید کے علاوہ جن لوگوں نے سوانح عمریاں لکھیں ان میں شرر کا ایک خاص مقام و مرتبہ ہے۔ شبلی، حالی، ذکاء اللہ، نذیر احمد، چراغ علی اور شرر نے سوانح عمریاں لکھ کر اس صنف ادب کی بہت بڑی خدمت کی۔ ذکاء اللہ کا سوانحی کام ملکہ وکٹوریہ کی لائف تک محدود تھا۔ نذیر احمد اور چراغ علی نے بھی سوانح عمریاں لکھی جو اتنی اہمیت کی حامل نہیں ہیں۔ شرر کی سوانح عمریاں، خاکے اور مرقعے اس لحاظ سے اہمیت کے حامل ہیں کہ مصنف کی نظر سوانحی اور شخصی جزئیات پر زیادہ ہے اور ان کا نصب العین بھی سوانحی ہے۔ اگر دوسرا کوئی مقصد نظر آتا بھی ہے تو وہ ثانوی اور ضمنی ہے۔ ان کتب کے مطالعے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر شرر خالص سوانح نگار بنتے تو وہ اس میدان ادب میں بہت بڑا نام کماتے اور کامیاب بھی ضرور ہوتے۔ شرر کی زودنویسی اور بہت سارے موضوعات پر لکھنے کی عادت نے ان کو اس میدان میں جم کر لکھنے نہ دیا لیکن جو کچھ انہوں نے لکھا ہے وہ بہرحال بہت عمدہ اور سبق آموز ہے۔

شرر کے دور کی سوانح نگاری میں ایک طرح کا تذبذب پایا جاتا ہے۔ اس عہد کے سوانح نگار پرانی روایت سے قطع تعلق ہونے کی خواہش تو رکھتے ہیں لیکن ان کی تصانیف میں اس کے باوجود قدیم خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ اس زمانے کے سوانح نگاروں کا یہ دعویٰ تو ہے کہ وہ غیر جانبداری کا مظاہرہ کریں گے اور اپنے موضوع کے متعلق بے تکلفی کا ثبوت دیں گے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ عذر بھی پیش کرتے ہیں کہ بے لاگ صداقت کے لیے زمانے کی فضا ابھی سازگار نہیں اور وہ وقت ابھی نہیں آیا کہ کسی شخص کی سوانح عمری تنقیدی طریقے سے لکھی جائے اور اس کی خوبیوں کے ساتھ اس کی خامیوں کو بھی دکھایا جائے اور اس کے عالی خیالات کے ساتھ ساتھ اس کی لغزشیں بھی دکھائی جائیں۔ مغربی تصورات کو اپنانے کی آمادگی تو نظر آتی ہے مگر ان تصورات کی جھلک ہمیں اس دور کے سوانح نگاروں کی سوانح عمریوں میں کم ملتی ہے۔ اس کا سبب شائد مغربی زبانوں سے ناواقفیت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور کے سوانح نگار ان اصولوں پر عمل پیرا ہونے کے دعوے کے باوجود فن کے صحیح تقاضوں کی تکمیل نہیں کر سکے۔

شرر کے دور کی سوانح نگاری کا سرچشمہ تحریک احیائے قومی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اچھی اور عمدہ سوانح عمریاں بزرگوں اور ناموروں کی یادگار کے بجائے قوم کی ترقی اور فلاح و بہبود کے نظریے کے مطابق لکھی گئی۔ الطاف حسین حالی نے غالب کی سوانح عمری اسی لیے لکھی تھی کہ غالب کی خوش طبعی اور ظرافت سے قوم میں زندہ دلی اور شگفتگی پیدا ہو۔ ''حیات سعدی'' اور ''حیات جاوید'' بھی اسی مقصد کے تحت لکھی گئی۔ شبلی کی بھی تمام تر توجہ اسلام کے قابل فخر کارناموں کی تاریخ پر مرکوز رہی ہے۔ اس دور کی سوانح نگاری کا ایک خاص رجحان یہ ہے کہ اس میں سوانح عمری مقصود بالذات نہیں۔ سوانح نگاروں کا مقصد کچھ اور ہے۔ 'الغزالی'، 'سوانح مولانا روم'، 'سیرۃ النعمان' وغیرہ ہر ایک کا مقصد اشخاص کے حالات کی اصلی تدوین نہیں بلکہ ان کے ذریعے سے علم و ادب کی ان شاخوں کو نمایاں کرنا ہے جن کی نمائندگی ان علماء اور ادباء نے کی

ہے۔عبدالحلیم شرر کی سوانح نگاری میں تاریخی نقطہ نظر خاصا کارفرما ہے۔

عبدالحلیم شرر کی سوانح عمریاں فن کی اس معراج تک نہیں پہنچی۔ اعمال و افعال کا خارجی رخ اور زندگی کے وہ مظاہر جن کو مظاہر جلوت کہا جا سکتا ہے ان کے پیش نظر تھیں۔ ان کی بعض سوانح عمریاں ایسی ہیں جن میں اشخاص کی حیثیت ایک دائرے کے درمیان ایک نقطے کی ہوتی ہے۔شرر اشخاص کا حال مختصراً اور اس زمانے کی تہذیب وثقافت وطن سے باہر کے حالات و واقعات کا بیان زیادہ کرتے ہیں۔ اس وجہ سے بعض سوانح عمریاں صرف نام کی سوانح عمریاں ہیں۔ ان کو اس دور کی جامع تاریخ کہا جا سکتا ہے۔شرر پر بھی سرسید تحریک کے اثرات نمایاں تھے۔ ان کی لکھی ہوئی سوانح عمریوں میں جو علمی روح کارفرما ہے وہ سرسید تحریک ہی کی پیدا کردہ ہے۔شرر اپنی افسانوی اور غیر افسانوی نثر دونوں کے اعتبار سے اردو کے عظیم ادیبوں میں شمار ہوتے ہیں۔ افسانوی اور غیر افسانوی نثر میں شرر کا ایک خاص مقام و مرتبہ ہے۔ آپ ایک مخصوص طرزِ انشا کے مالک تھے۔

اگر شرر کی سوانح عمریوں کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ان کا مقصد سوانح نگاری ابھر کر سامنے آتا ہے۔ انہوں نے سوانح عمری کو ذریعہ موعظت بنا کر پیش کیا ہے اس لیے کہ سوانح عمریاں بزرگوں کی ایک لازوال یادگار ہوتی ہیں۔ وہ قومیں جنہوں نے ترقی کے بعد تنزل کا منہ دیکھا ہے ان کے لیے یہی ''تازیانہ'' ہیں۔شرر نے بھی اس مقصد کے تحت سوانح عمریاں لکھیں تاکہ اپنی قوم کو خواب غفلت سے بیدار کرسکیں۔ یہ وہ صنف ادب ہے جس کے ذریعے سے نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کی تحریک دل میں ابھرتی ہے۔سوانح عمریاں ہمیں زندہ رہنے کا آرٹ سکھاتی ہیں۔شرر کی سوانح عمریوں کا تعلق ریسرچ اور تحقیق سے ہے۔ ایک سوانح عمری کے مصنف کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ وہ اپنے ہیرو کے متعلق تمام مواد اکھٹا کرے پھر اس میں تحقیق و تدقیق کے ذریعے سے مستند کو غیر مستند سے الگ کرے۔عبدالحلیم شرر سوانح نگار کے علاوہ بھی کئی حیثیات کے مالک تھے۔ ان کی نثر ان کے عہد کے نثر نگاروں کے مقابلے میں مختلف ہے۔سوانح نگاری میں بھی ان کا رنگ اپنے عہد کے دیگر سوانح نگاروں کے رنگ سے جدا ہے۔شرر مورخ بھی تھے اور سوانح نگار بھی۔شرر کا طریق کار اور نصب العین مورخانہ بھی ہے۔

تاریخ کی بنیاد انسانی واقعات ہیں جبکہ سوانح کی بنیاد صرف ایک انسان ہے۔ تاریخ کا موضوع کوئی ملک یا ایک خاص دور ہوتا ہے جبکہ سوانح کا موضوع کوئی ایک شخصیت ہوتی ہے۔ تاریخ کی حدیں لامحدود ہوتی ہیں سوانح کی حدیں پیدائش سے موت تک محدود ہوتی ہیں۔ تاریخ تعصب و جانبداری سے پاک ہوتی ہے جبکہ سوانح میں جانبداری اور پسند و ناپسند کو بھی بڑا دخل ہے۔سوانح عمری تاریخ کا جزو تو ہوسکتی مگر تاریخ نہیں ہوتی۔ مورخ اور سوانح نگار کے طریق کار میں فرق ہوتا ہے۔شرر مورخ بھی تھے اور سوانح نگار بھی۔ بطور سوانح نگار انہوں نے شخصیت کی سچی ہمدردانہ تصویر کھینچی ہے۔ اگرچہ سچائی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا لیکن شخصیت سے محبت ان کے فن کا سنگ بنیاد ہے۔شرر کی کتب سوانح نگاری کے عمیق مطالعے کے بعد یہ نقطہ نظر واضح ہوتا ہے کہ باوجود کوشش کے شرر سوانح نگار سے زیادہ ایک مورخ معلوم ہوتے

ہیں۔ انہوں نے معتدد سوانحی مضامین، خاکے اور سوانح عمریاں لکھی ہیں لیکن مطالعے سے یوں لگتا ہے کہ ان کا طریق کار مورخ کا سا ہے۔ ان کا ذہن مرکز سے دائرے کی طرف کھلتا ہے۔ اشخاص کے ذکر میں وہ زمانے کی کروٹوں اور انقلابوں کا بیان کرتے ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ اشخاص سے زیادہ وہ عصر اور زمانے سے محبت و دلچسپی رکھتے ہیں۔ شرر نے جتنی بھی سوانح عمریاں لکھی ہیں سب میں تاریخی پہلو کسی نہ کسی انداز سے اپنی جھلک ضرور دکھاتا ہے۔ لیکن ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ شرر اصولاً مورخ ہیں اور ان سوانح نگاروں کی صف میں نہیں رکھا جاتا۔ اگرچہ شرر اردو کے ایک بلند پایہ مورخ تھے لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اچھے سوانح نگار بھی تھے۔ شرر کی سوانح عمریاں بھی کئی خصوصیات کی حامل ہیں۔ شرر کی سوانح عمریوں میں سچائی اور صداقت کا پہلو نمایاں ہے۔ شرر نے بشری خدوخال کو سادہ انداز سے بیان کیا ہے۔ پرانے دور کی سوانح عمریوں کا اگر مطالعہ کیا جائے تو یوں لگتا ہے کہ صاحب سوانح کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے ایک مافوق البشر ہستی کی تصویر پیش کی گئی ہے۔ شرر کی سوانح عمریوں میں فطرت انسانی کی جھلک نظر آتی ہے۔ شرر نے کوشش کی ہے کہ اپنے ہیرو کے وہ خصائل دکھائیں جن میں انسانی فطرت کی جھلک موجود ہو۔

شرر نے سوانح عمریوں میں تصویر کے دونوں رخ پیش کیے ہیں۔ ہیرو کے محاسن و معائب پر روشنی ڈالی ہے۔ شرر کی سوانح عمریوں کا بڑا مقصد اصلاح اخلاق، اصلاح قوم و ملت اور قومی ترقی کے جذبے کو ابھارنا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انکی سوانح عمریوں میں یہ پہلو نمایاں ہے۔ شرر کی سوانح عمریوں کے مطالعے کے بعد یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ سوانح نگار کا ہیرو کوئی بھی شخص ہو سکتا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہیرو کوئی پیغمبر، نامور مصلح، جنگجو یا جابر حکمران ہو یا مشہور و معروف ہستی۔ ایک غیر معروف، معمولی اور گمنام شخصیت بھی موضوع بن سکتی ہے۔ شرر کی سوانح عمریوں کے مطالعے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ شرر کو صاحب سوانح سے گہری دلچسپی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے محنت، تحقیق، جستجو سے کام لے کر سوانح عمریاں مرتب کی ہیں ان کا نقطہ نظر ہمدردانہ ہے۔ خوبیوں کے ساتھ خامیوں کو بھی پیش کیا ہے تاکہ تصویر یک رخی نہ ہو۔ شرر نے غیر جانبداری، صداقت اور انصاف سے کام لیا ہے۔ مبالغہ آرائی سے بہت حد تک اجتناب کیا ہے۔ ان کا انداز بیان تحقیقی اور سائنٹیفک ہے۔ واقعات کے بیان میں تاریخی تسلسل کا خیال رکھنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ سوانح عمریاں لکھتے وقت شرر بیک وقت مورخ، مبصر، ماہر نفسیات اور اعلیٰ پائے کے ادیب نظر آتے ہیں۔

سوانح عمری کا فن جذباتی اور شخصی خصائص سے ابھر کر نشوونما پاتا ہے۔ اس فن کی تربیت کسی فرد سے الفت و محبت اور انس کے جذبے سے ہوتی ہے۔ اس لیے شرر کو اپنے اسلاف کے کارناموں سے ان کی شخصیت سے اور ان کے سیرت و کردار سے انس تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی طبیعت کے اس رجحان نے انہیں سوانح نگاری کے میدان میں اترنے دیا۔ شرر طبعاً ادیب و مورخ تھے لیکن ساتھ ساتھ مذہبی لگاؤ، تصوف سے والہانہ عشق اور وسیع معلومات و مطالعہ بھی رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی سوانح عمریوں میں ایک ادیب اور مورخ اور سوانح نگاری کے پہلو پائے جاتے ہیں۔ ان کی سوانح عمریوں میں شخصیت و سیرت و کردار بھی ہوتا ہے اور دوسرے مطالب و معلومات اور واقعات بھی اور ہر سوانح عمری میں مقصدیت

اور قومی ترقی کا پہلو بھی پایا جاتا ہے۔ اس لیے کہ شرر نے جس عہد میں سوانح عمریاں لکھنی شروع کی تھیں اس دور میں سرسید کی تحریک سے یہ صنف نثر متاثر تھی اس دور کی ساری سوانح نگاری قومی ترقی کے مقصد سے فروغ پاتی رہی اور قوم کی ترقی شرر کے فن کا بھی بنیادی اصول تھا۔ جس کے تحت انہوں نے سارا ادب تخلیق کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا سارا ادب مقصدی اور اجتماعی مقاصد کا آلہ کار بنا رہا۔ شرر کی سوانح عمریاں سادہ بھی ہیں اور ادبی بھی اور ساتھ ساتھ معلوماتی بھی۔ مگر ہر سوانح عمری میں قومی خدمت کا جذبہ پیش پیش ہے۔ انہوں نے جو بھی سوانح عمری لکھی قوم کے اخلاق کی اصلاح اور قومی ترقی کے اصولوں کو مدنظر رکھ کر لکھی۔ اگرچہ وہ صحافی بھی تھے اور تجارتی پہلو بھی ان کے مدنظر تھا، لیکن زیادہ تر جو جذبہ ان سوانح عمریوں میں کارفرما تھا وہ اصلاحی اور مقصدی ہی تھا۔ بقول ڈاکٹر سید عبداللہ:

> شبلی کی طرح شرر نے بھی اسلاف میں سے برگزیدہ اشخاص کو منتخب کر کے ان کی سیرتوں کو مشعل راہ بنانے کی اپیل کی۔ شبلی نے جہاں غیر معمولی ہستیوں کی مکمل زندگیوں کو پیش کیا ہے۔ وہاں شرر نے محض دل چسپ (گو قابل توجہ) شخصیتوں کی ہمہ رنگ سیرتوں کے صرف چیدہ پہلوؤں کے خاکے پیش کیے ہیں۔ مگر اس غرض سے کہ قوم کو ان بزرگوں سے بہت کچھ سیکھنا ہے......[۱]

یہ کہا جاتا ہے کہ شرر نے اردو سوانح نگاری کو اور کچھ دیا ہو یا نہ دیا ہو لیکن یہ انداز نظر ضرور دیا ہے کہ قوم کو ان بزرگوں سے سیکھنے کا موقع ملے اور وہ اپنی اصلاح کر سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ جن شخصیات پر انہوں نے قلم اٹھایا وہ نامی گرامی اور مشہور و معروف شخصیات ہیں۔ انہی کے مطالعے سے قومی اصلاح و ترقی ممکن ہو سکی ہے۔ ان کی سوانح عمریاں نہ صرف اس دور میں بلکہ آج کے زمانے میں بھی یہ اصلاحی پہلو رکھتی ہیں۔ ان کے مطالعے سے آج بھی ہم اپنے لیے راہ مستقیم منتخب کر سکتے ہیں۔ شرر نے جہاں ناولوں میں تاریخ اسلام کے درخشاں دور کی تصویر کشی کی وہاں سوانح عمریوں میں بھی زمانہ ساز شخصیات کو شامل کر کے مسلمانوں کو بیدار کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ مختلف قسم کی سوانح عمریاں لکھ کر اس فن کو ترقی دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ حالی، شبلی اور شرر نے سوانح عمری کی صنف کو ترقی دی اور اتنی ترقی دی کہ آج تک اس صنف خاص میں کوئی سوانح نگار ان سے آگے نہ بڑھ سکا۔ سوانح نگاری کے حوالے سے شرر کا ایک خاص مقام ہے اور اس مقام کا ذکر نہ کرنا ادبی ناانصافی کے مترادف ہے۔ شرر سوانح نگار کی حیثیت سے اگرچہ حالی و شبلی کے معیار و مقام تک نہ پہنچ سکے لیکن ان کی دیکھا دیکھی انہوں نے جن ہیروز آف اسلام کے حالات پیش کیے ہیں وہ بڑی جستجو، تحقیق اور سلیقے کے ساتھ پیش کیے ہیں۔ جن میں حضرت صدیق اکبر، ذی النورین اور الوالحسنین، جنید بغدادی، ابوبکر شبلی، قراۃ العین وغیرہ اہم ہیں۔

شرر کے مضامین آٹھ جلدوں پر مشتمل ہیں۔ مختلف موضوعات پر شرر نے مضامین لکھے ہیں۔ کچھ مضامین ایسے ہیں جو عاشقانہ اور شاعرانہ نظریات کے عکاس ہیں۔ کچھ تاریخی و جغرافیائی ہیں۔ مشرقی تہذیب و تمدن پر لکھے گئے مضامین ہیں اور دنیا کے مختلف مردوں اور عورتوں کے تذکروں اور خاکوں پر مشتمل مضامین بھی ہیں۔ ادبی اور تحقیقی مضامین بھی شرر نے

لکھے ہیں اور اصلاحی مضامین بھی۔ تاریخی واقعات پر بھی شرر نے مضامین لکھے۔ نظموں، ڈراموں کا بھی ایک مجموعہ مضمون اور مقالات شرر بھی ہے۔ کچھ ایسے مضامین شرر کے قلم سے نکلے ہیں جن میں اصلاح معاشرت و اصلاح مذہب کی بحث ہے۔ ان میں شرر ایک مصلح کی حیثیت سے ہمارے سامنے جلوہ گر ہوتے ہیں کچھ ایسے مضامین ہیں جن کا تعلق زمانے کی سیاست سے ہے۔ کچھ ایسے ہیں جن میں شرر ایک ادیب اور انشا پرداز کی حیثیت سے ہمارے سامنے آتے ہیں۔ کچھ ایسے ہیں جن میں شرر بطور ڈرامہ نگار اور بطور شاعر نظر آتے ہیں۔ کچھ ایسے ہیں جن میں ہم شرر کا مطالعہ بطور تاریخ نگار کرتے ہیں۔شرر کے مضامین میں متنوع موضوعات اور عنوانات موجود ہیں۔ شرر مصلح قوم، مذہبی نقاد، مورخ، ادیب، خاکہ نگار اور شاعر کی حیثیتوں سے ہمارے سامنے آتے ہیں۔ادیب کی حیثیت سے شرر بحیثیت مضمون نگار اور بحیثیت انشا پرداز بڑا بلند مقام رکھتے ہیں۔

شرر کے مضامین کے مطالعے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اگر شرر دوسرے مشاغل میں مصروف نہ ہوتے اور اس عہد زمانے اور مقصد کی ضرورتیں انہیں دوسری تحریروں کی طرف مائل نہ کرتیں تو وہ ایک بڑے اعلیٰ پائے کے مضمون نگار ہوتے۔ اس لیے کہ قدرت کی طرف سے یہ ملکہ ان کو ملا تھا۔لیکن آپ کی عادت متفرق نویسی تھی۔ آپ نے ہر صنف نثر میں کچھ نہ کچھ لکھا ہے۔ ان کے مضامین کے مطالعے سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی لکھنے کا خاص میلان رکھتے تھے اور جزویت کو بھی دلچسپی سے دیکھتے تھے۔ ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں:

> شرر عہد سرسید کے محبوس فکری اظہار میں آزادہ روی اور اظہار کا رومانی زاویہ ہے۔ شرر کے تخیلی مضامین میں ان کا نرم سریلہ لہجہ خود کلامی میں تبدیل ہو جاتا ہے اور ان کی صدا بانسری کی مدھم لے بن جاتی ہے جو گھنے جنگلوں کی پراسرار خاموشی کو سحر نغمہ سے جگا رہی ہے۔[۲]

ان کے مضامین سے زیرکی اور دانش کا سبق ملتا ہے۔ شرر کے مضامین کے مطالعے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ وہ سہل نگار تھے۔سلیس اور بے تکلف تحریر جس میں بسااوقات گھریلو انداز بیان کا عکس جلوہ گر ہوتا ہے۔ یہ چیز ان کے مضامین کو دلچسپ اور دلکش بنا دیتی ہے۔ ان کے مضامین کے مجموعوں کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ اگر شرر کو موقع ملتا۔ دوسرے مشاغل دیگر تصانیف، مقصد کا دباؤ انہیں مجبور نہ کرتا وہ بہت اچھے مضمون نگار بن سکتے تھے۔ اب بھی اگرچہ وہ ایک اعلیٰ پائے کے مضمون نگار ہیں لیکن تب ان کا مقام کچھ اور ہوتا۔

شرر کے مضامین میں مقصدیت، سنجیدگی، متانت، خطابت کی روش بھی پائی جاتی ہے۔علمی، مقصدی، فلسفیانہ، اور استدلالی انداز بیان بھی پایا جاتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ شرر کے عہد میں ہندوستان کے ہر حصے سے اخبار جاری ہونے لگے تھے اور اس کی وجہ سے اردو انشا پردازی نے بہت ترقی کی۔ شرر نے بھی مضمون نگاری کا آغاز ''اودھ پنچ'' سے ہی کیا تھا۔ اخبارات کو ہر قسم کے تمدنی، تہذیبی، اخلاقی، ملکی، مذہبی، تاریخی مسائل سے واسطہ پڑتا ہے اور شرر نے بھی ہر قسم کے مضامین لکھے۔ شرر کے عہد میں سرسید کے تہذیب الاخلاق میں ایک طرف سرسید اور ان کے ساتھی مضامین لکھ رہے تھے اور دوسری

طرف تن تنہا شرر مضامین لکھ رہے تھے جو دلگداز اور دیگر رسائل میں چھپتے تھے۔ شرر نے مضمون نگاری اور انشا پردازی کو بلند مقام تک پہنچایا۔ شرر کا کمال یہ ہے کہ ہر قسم کے مختلف موضوعات پر لکھ کر انہوں نے یہ ثابت کر دیا کہ ہر قسم کے موضوعات اس صنف ادب میں سموئے جا سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ شرر نے اردو انشا پردازی کو جس مقام تک پہنچا دیا اور جتنا اثر ڈالا ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ لاتعداد ان کے مقلد اور خوشہ چین اردو ادب میں ابھرے ہیں اور ان کے اندازِ مضمون نگاری کو اپنانے کی کوشش میں سرگرم عمل رہیں گے۔

عبدالحلیم شرر نے نہ صرف مضامین لکھے بلکہ پورے ادراک کے ساتھ اس کے اصول و اسالیب اور خدوخال کو بھی واضح کیا ہے۔ انہی کی کوششوں سے عام قاری نے بھی مضمون سے مکمل آگاہی حاصل کی۔ شرر ''مضمون نگاری'' کی عمارت کے معمار تسلیم کیے جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنے خیالات، جذبات، احساسات، تخیلات کے ذریعے سے اس عمارت کو تعمیر کیا۔ شرر ذاتی، ہلکے پھلکے، فلسفیانہ، تخیلاتی مضامین کے فن سے پوری طرح آگاہ تھے۔ ان کے مضامین اس لحاظ سے اہمیت کے حامل ہیں کہ وہ وسیع مطالعے اور قریبی مشاہدے سے گزر کر تخلیقی سطح پر آئے ہیں۔ لہذا ان کے مضامین سے عام قاری اور نقاد بے نیاز نہیں رہ سکتا۔ ان سے قبل بھی مضمون نگار موجود تھے اور بعد میں بھی کئی مضمون نگاروں نے اردو ادب میں قدم رکھا لیکن شرر صف اول کے وہ مضامین نگار ہیں جنہوں نے مضامین کو ماہیت کے اعتبار سے اور افادیت کے نقطہ نظر سے صحافت کا معیار اور نصاب کا اعزاز بنا دیا تھا۔ ان کے مضامین کے مطالعے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شرر نے زندگی کے قریبی مشاہدے کو تبصرے کے انداز میں پیش کیا ہے۔ فلسفیانہ موشگافیوں کو اندازِ نظر سے جانچا ہے اور اسلوب میں منفرد مقام پایا ہے۔

عبدالحلیم شرر جتنے بڑے ناول نگار تھے اتنے ہی بڑے مضمون نگار بھی۔ ان کے مضامین کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک نئے سماج کی تشکیل کا جذبہ رکھتے تھے۔ شرر نے اپنے قاری کے ذہن میں وہی شعور منتقل کیا جو ان کی اپنی زندگی میں موجود تھا۔ مضمون نگار کی حیثیت سے انہوں نے قاری کو اس صنف سے آشنا کیا۔ انیسویں صدی کا آخری دور اگرچہ انحطاط کا دور تھا لیکن اس دور میں ادب اور علم نے ترقی کی منازل طے کی ہیں۔ اس دور کی نثری تخلیق کی اہمیت سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ اس دور میں شرر نے بھی شاعرانہ و عاشقانہ، تاریخی وجغرافی، سیر نسواں، سیر رجال، ادبی و تحقیقی، اصلاحی، تاریخی واقعات پر خیال آرائی اور مقالے لکھ کر ایک طرف ملک وقوم کے دل و دماغ میں وسعت پیدا کی اور دوسری طرف اردو ادب کو رنگا رنگ موضوعات عطا کیے۔ شرر مضامین میں عربی، فارسی اور انگریزی کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ روز مرہ کے ہلکے پھلکے شیریں اور شگفتہ الفاظ بھی استعمال کیے۔ ان کی نثر میں موسیقیت کے بھی کچھ عناصر موجود ہیں۔ شرر کے مضامین میں فارسی کے نازک الفاظ اور اشعار گلاب کی پنکھڑیوں کی طرح بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں اور ان کے مضامین میں قرآن پاک کی آیات اور احادیث مبارکہ بھی موجود ہیں۔

موضوع اور اظہار بیان مضمون میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ شرر کے مضامین کے موضوعات اور اندازِ بیان مثالی ہے۔

وہ اس حقیقت سے آگاہ تھے کہ موضوع خواہ معمولی ہو یا غیر معمولی مضمون نگار کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اسے ہلکے پھلکے انداز اور دوستانہ رنگ میں پیش کرے ۔ اس انداز کے مضمون لکھے کہ مضمون نگار اور قاری گھریلو فضا میں بیٹھے ہوئے بے تکلفی کے ساتھ راز و نیاز کی باتیں کر رہے ہیں۔ بات چیت کا یہ بے تکلفانہ انداز ہی تھا جس نے انہیں کامیاب مضمون نگار بنایا۔ موضوع خواہ کتنا ہی سنجیدہ اور معلوماتی حیثیت خواہ کتنی ہی سخت کیوں نہ ہو شرر نے اس انداز سے مضامین لکھے ہیں کہ قاری محظوظ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

عبدالحلیم شرر کے مضامین میں مٹے ہوئے ماضی کو خیالی سطح پر باز آفرینی کا رجحان غالب ہے۔ یوں لگتا ہے کہ انقلابات زمانہ نے زندگی کی جونعمتیں ان سے چھین لی ہیں۔ وہ تاسف کے بعد اپنے مضامین میں دوبارہ انہیں پانے کی تگ و دو میں مصروف ہیں۔ شرر نے اپنے مضامین میں مسلمانوں کے اجتماعی قومی اضمحلال کے خلاف ردعمل پیش کیا ہے۔ مسلمانوں کے اس شاندار ماضی میں آسودگی تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔ جب مسلمانوں کا جاہ و جلال اور ہیبت و جبروت نے مشرق ومغرب میں تہلکہ مچا رکھا تھا۔ شرر نے اپنے مضامین کے ذریعے سے اس عہد کو نہ صرف زندہ کیا بلکہ مسلمانوں کے دلوں میں اس شاندار دور کا نقش بھی ثبت کیا ہے۔ شرر کے مضامین کے مطالعے سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مضمون نگاری کی شرائط سے مکمل آگاہی رکھتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ مضمون کی طوالت درمیانی ہو۔ مضمون کا تعلق موضوع کے خارجی پہلو میں ہو اور مضمون نگار اپنے نقطہ نظر سے انتخاب کردہ موضوعات پر ہی لکھے۔

شرر نے ادبی مضامین بھی لکھے ہیں۔ دوسرے مضامین کی طرح ان کے یہ مضامین بھی اردو ادب کا سرمایہ ہیں۔ شرر نے یہاں ادبی مضامین لکھے وہاں اصلاحی اور تاریخی مضامین لکھ کر بھی خاص مقام حاصل کیا۔ عوج بن عنق، حسن بن ثابت اور اسی طرح کے کئی تاریخی مضامین لکھ کر معلومات کا وسیع ذخیرہ قارئین تک پہنچانے کی شعوری کوشش کی ہے۔ پردہ، نکاح و شادی اور بہت سے اصلاحی مضامین بھی لکھے ہیں جن میں انہوں نے سماج کی بری رسوم پر نہایت دلیری اور بے باکی وصاف گوئی سے بحث کی ہے۔

اگرچہ شرر کے مضامین میں کوئی ایسی ٹھوس معلومات نہیں ملتی ہیں جنہیں ہم اردو ادب کا گراں سرمایہ و اضافہ کہہ سکیں۔ ان مضامین میں نہ تو غالب کے خطوط کی طرح لکھنے والے کی شخصیت کا اظہار ہے نہ ظرافت وطنز کی چاشنی موجود ہے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ ان کے مطالعہ سے ایک کامل اور چابکدست مضمون نگار کا تصور ضرور ذہن میں ابھرتا ہے۔ مضمون پڑھتے وقت ذہن کو کوئی جھٹکا نہیں لگتا۔ قاری کہیں رکاوٹ محسوس نہیں کرتا۔ مضامین شرر کے مطالعے کے بعد کچھ اور پڑھنے کی چاٹ نہیں ہوتی۔ ان کی غیر افسانوی نثر پر مشتمل کتب اردو نثر کا آخری زینہ نہ سہی پہلا زینہ ضرور ہیں۔ ان کے مضامین کی خوبی یہ ہے کہ ان میں فطری مناظر کشی عمدہ ہے۔ عشق ومحبت کی رنگین کہانیاں بیان کی گئی ہیں۔ تاریخ و معاشرت اور سماج، تہذیب وثقافت کے متعلق وافر معلومات موجود ہیں۔ ادبی مذاق کی تربیت اور بیداری میں مضامین شرر کا مقام بہت بلند ہے۔

سرسید احمد خان، حالی، شبلی اور محمد حسین آزاد کی مضمون نگاری شرر کا ادبی ورثہ تھی۔ ان مضامین نگاروں نے انہیں دو باتوں کا شعور عطا کیا۔ دبستان سرسید سے شرر نے مقصدیت و افادی پہلو کو لیا۔ محمد حسین آزاد کی مضمون نگاری سے شرر نے وہ اسلوب بیان پایا جو ان کے لیے تاثراتی قوت اور ترہیتی صلاحیت کی بنیاد بنا۔ ان چیزوں کو اپنا کر شرر نے اپنی ادبی کاوشوں سے کچھ اسے نقش تخلیق کیے جن کی بدولت رومانوی تحریک کو زبردست قوت و توانائی عطا ہوئی۔

شرر کے انداز بیان پر اگرچہ بہت اعتراضات کیے گئے لیکن شرر نے اسی اسلوب میں سیاسی، سماجی، اخلاقی اور علمی ہر طرح کے مضامین لکھ کر ثابت کر دیا کہ کوئی بھی موضوع ہو اس انداز میں لکھا جا سکتا ہے۔ اردو ادب میں مولانا عبدالحلیم شرر کا ایک خاص مقام و مرتبہ ہے۔ ان کے مضامین موضوعات کی بوقلمونی اور اسلوب بیان کی سلاست و دل کشی اور عام فہم و دلچسپ ہونے کے اعتبار سے نہایت بلند پایہ ہیں۔ شرر نے تاریخی واقعات، اسلامی اقدار و روایات ، بزرگان دین کی بہادری، اسلام کی جرأت سرفروشاں، ان کے اخلاق و کردار، رحم و انصاف، ایثار و محبت، اعلیٰ خدمات کو پیش کیا۔ شرر کے دور کا مسلمان، مایوس اور افسردہ دکھائی دیتا تھا۔ شرر نے اپنے مضامین کے ذریعے سے اس کی افسردگی کو کم کرنے اور مایوس کن فضا سے نکالنے کی بھرپور کوشش کی۔ ان میں عزائم، جوش و جذبہ، شجاعت و بہادری کے جذبے کو ابھارا۔ کم و بیش نصف صدی تک شرر نے اپنے قلم کو مصروف رکھا۔ ان کے مضامین جو مختلف برچوں میں چھپتے تھے۔ بڑے ذوق و شوق سے پڑھے جاتے تھے۔ مضامین شرر میں جہاں مسلمانوں کی ترقی کا ذکر موجود ہے وہاں ان کی تحریر میں خوشیوں کے دریچے وا ہو جاتے ہیں اور جہاں مسلمانوں کے تنزل اور قومی زوال کا ذکر کرتے ہیں۔ وہاں ان کی تحریر میں افسردگی کا پہلو نمایاں ہوتا ہے جو دل پر اثر ڈالے بغیر نہیں رہتا۔

شرر کے تمام مضامین نہ صرف اس دور میں بلکہ آج کے دور میں بھی قبول عام کی سند رکھتے ہیں۔ شرر نے ان موضوعات پر لکھا ہے جو اس دور میں بھی نئے تھے اور آج کے دور میں بھی۔ ان کے مضامین کی عبارت جدید نثر اردو کے ارتقاء میں بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔ اگرچہ بعض ناقدین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ان کے مضامین میں دل کشی اور جامعیت نہیں ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ اپنے عہد کے مقالہ نگاروں اور مضمون نگاروں میں شرر کا ایک خاص مقام تھا۔ انہوں نے شاعری، سیاست تاریخ، معاشرت اور متعدد موضوعات پر صدہا مضامین لکھے ہیں۔ شرر نے اپنے مضامین کے ذریعے سے جدید خیالات و تصورات کو فروغ دینے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ شرر نے اردو میں رومانوی طرز تحریر میں مضامین و انشائیے لکھنے کی روایت کا آغاز کیا۔ ان کی مضمون نگاری نے ان کے تصورات کو وسیع پیمانے پر فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ تہذیب الاخلاق کی طرح شرر کے مضامین نے بھی اردو زبان و ادب کی بہت بڑی خدمت انجام دی ہے۔ انہوں نے اردو نثر میں تمثیلی انداز نگارش کو فروغ دینے کی کوشش کی۔ شرر پر سرسید کی مقالہ نگاری کا اثر واضح ہے۔

عبدالحلیم شرر نے جہاں مضامین و مقالے لکھے وہاں اردو انشائیہ کی بھی بہت خدمت کی۔ آپ نے کئی انشائیے لکھے۔ انشائیہ ایک جدید صنف نثر ہے۔ اس کا موجد فرانسیسی مصنف مونٹین ہے۔ اس کے تتبع میں انگریزی انشائیے کا

آغاز اردو میں انشائیہ نگاری انگریزی ادب سے آئی ہے۔اگرچہ انشائیہ لفظ ایسے (Essay) کا مترادف ہے اور ایسے اردو ادب میں مضمون بھی کہا جاتا ہے۔لیکن مضمون کے مفہوم میں خاصی وسعت پائی جاتی ہے اور اس کا اطلاق ہر اس تحریر پر ہوتا ہے جو کسی خاص موضوع پر لکھی جاتی ہے اور یہ کہ مضمون کی حدود متعین نہیں ہوتی اور انشائیہ مضمون نگاری کا ایک مخصوص انداز ہے۔ اس کا موضوع عام طور پر علمی اور تحقیقی نہیں ہوتا۔ اس کی نوعیت ذاتی اور انفرادی ہوتی ہے۔ اس کا تعلق عام انسانی زندگی سے ہوتا ہے اور سارا کھیل طرز ادا اور انداز کا ہوتا ہے۔

اردو میں انشائیہ کا آغاز سرسید کے عہد سے ہوتا ہے اگرچہ بعض نقاد اس کے آغاز کو ملاوجہی سے وابستہ کرتے ہیں۔ سرسید احمد خان کا ''تہذیب الاخلاق'' اردو انشائیہ نگاری میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ رسالہ سرسید احمد خان نے ایک مقصد کے تحت جاری کیا تھا اور اس کا مقصد اصلاح قوم اورتحریک سرسید کے اصلاحی پہلوؤں کو عام کرنا تھا۔ اس میں زیادہ مضامین سرسید احمد خان ہی کے ہوتے تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ مولانا الطاف حسین حالی، چراغ علی، ذکاء اللہ، محسن الملک، وقار الملک وغیرہ کے مضامین بھی چھپتے تھے اور ان مضامین کی نوعیت مذہبی، تہذیبی، سماجی اور اخلاقی تھی۔ ان میں افادیت کا پہلو غالب ہوتا تھا۔ موضوعات کا تعلق اس عہد کے تہذیبی، سماجی فکری مسائل سے ہے۔ ان میں مفکرانہ آہنگ اور قطعیت بھی ہوتی تھی۔ ''تہذیب الاخلاق'' میں لکھنے والے سیدھا سادہ، بے تکلف اور کسی قسم کی آرائش سے خالی انداز بیان اختیار کرتے تھے۔لیکن باوجود اس کے ان میں اچھوتا پن موجود ہوتا تھا۔ اردو نثر کا آغاز ہی صحیح معنوں میں ان مضامین سے ہوتا ہے اور انشائیہ کی داغ بیل ان ہی مضامین کے ہاتھوں پڑی ہے۔

عبدالحلیم شرر کے عہد میں ''تہذیب الاخلاق'' میں انشائیہ نے خوب ترقی کی۔ اگرچہ اس رسالے کے سب مضامین کو انشائیہ نہیں کہہ سکتے لیکن رسم و رواج، تعصب، حکایت، بحث وتکرار، امید کی خوشی وغیرہ اہمیت کے حامل ہیں۔ اگرچہ سرسید نے ان مضامین میں سیدھا سادہ انداز اختیار کیا ہے مگر اس میں خلوص زندگی اور اس کے مختلف پہلوں کا شعور جگہ جگہ نمایاں ہے۔ یوں لگتا ہے کہ کوئی شخص مختلف موضوعات پر بیٹھے بٹھائے باتیں کر رہا ہے۔ لوگ اس میں دلچسپی لے رہے ہیں اور لطف اندوز ہو رہے اور یہی انشائیے کی اصل فضا ہے اور یہ فضا سرسید احمد خان اور ان کے رفقا نے پیدا کی۔ سرسید احمد خان نے انشائیہ کے فن کو اجاگر کیا۔ یہ وہ چراغ ہے جس سے دوسروں نے اپنے اپنے فن کے چراغ روشن کیے۔ عبدالحلیم شرر کے عہد میں محسن الملک کے مضامین میں کم وبیش وہی خصوصیات ہیں جو سرسید کے ہاں ملتی ہیں۔ ان کے موضوعات میں بھی تنوع پایا جاتا ہے۔ تاریخی، اخلاقی، تعلیمی اور اصلاحی موضوعات پر انہوں نے خوب لکھا ہے۔بعض میں انشائیہ کا سا انداز ملتا ہے۔ موجودہ تعلیم کے بارے میں محسن الملک نے جو کچھ لکھا ہے۔ اس میں انشائیہ کے تمثیلی انداز کو انہوں نے خوب برتا ہے۔وقار الملک بھی تہذیب الاخلاق میں مشتاق حسین کے نام سے لکھا کرتے تھے۔

تنوع، شریں زبانی، اعتدال، مہمان و میزبان، ان کے انداز میں سادگی وسلاست پائی جاتی ہے۔شرر ہی کے عہد میں ذکاء اللہ بھی مشہور زمانہ مضمون نگار تھے۔ اگرچہ تاریخ اور دوسرے علوم ان کا میدان ہیں۔لیکن انہوں نے بطور مضمون

نگار بھی شہرت پائی اور بعض مضامین کو انشائیہ کی ذیل میں لایا جا سکتا ہے۔ ذہانت، آزادی اور آگ وغیرہ اس ضمن میں شمار ہوتے ہیں۔ خاص طور پر ''آگ'' ایسا مضمون ہے۔ جس کو انشائیہ کا عمدہ نمونہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ بڑا دلچسپ مضمون ہے۔قوت تخیل کا عنصر اس میں پایا جاتا ہے۔

شرر ہی کے عہد میں سرسید احمد خان کے رفقاء میں سے حالی بھی ایسے مضمون نگار ہیں جنہوں نے انشائیہ کے عناصر کو اپنے مضامین میں شامل کیا۔ زبان گویا، تدبر، بدگمانی، علم اور عمل، ہمدردی وغیرہ ایسے مضامین انہوں نے لکھے جن کو انشائیہ کی ذیل میں لا یا جا سکتا ہے۔ حالی سیدھے سادے انداز میں بڑے پتے کی باتیں کرتے ہیں۔جن کا اثر دل و دماغ، دونوں پر ہوتا ہے۔ ان کے خیالات میں رنگینی اور بلند پروازی نہیں ہے۔شرر کے عہد میں سرسید احمد خان اور ان کے رفقاء نے اس وقت انشائیہ کی داغ بیل ڈالی جب اس کا کوئی تصور موجود نہیں تھا۔ یوں ان کی کوششیں قابل صد ستائش ہیں۔ انہوں نے انشائیہ کو ترقی کی راہ پر ڈالا بلکہ آگے بڑھانے میں نمایاں حصہ لیا۔

شرر کے زمانے میں شبلی، نذیر احمد اور آزاد بھی اہم ادیب تھے۔شبلی اور نذیر احمد میں انشائیے لکھنے کی صلاحتیں زیادہ تھیں۔لیکن انہیں لکھنے کا موقع نہیں ملا۔ البتہ آزاد اس کام میں پیش پیش رہے۔''نیرنگ خیال'' میں آزاد کے جو مضامین شامل ہیں ان میں انشائیہ کا وہ انداز پایا جاتا ہے جس سے اردو زبان نا آشنا تھی۔ یہ مضامین تمثیلی انداز میں لکھے گئے۔تخیل کا کمال اور ندرت کا عنصر غالب ہے۔ ان مضامین نے انشائیہ کو نیا رنگ بخشا وہ رنگ جس کو دوسرے نہ اپنا سکے۔ انہوں نے یہ طرز انگریزی زبان سے لی۔ ان کے موضوعات زندگی کے عام موضوعات سے تعلق رکھتے ہیں۔مثلاً انسانی زندگی کیا ہے اور کیا کیا رنگ اختیار کرتی ہے؟ ان کے انشائیوں میں دلچسپی کا سامان موجود ہے۔

عبدالحلیم شرر کے عہد میں ایک طرف سرسید احمد خان کا تہذیب الاخلاق انشائیہ کے ارتقاء و ترقی میں اہم کردار ادا کیا تھا تو دوسری طرف رفقائے سرسید بھی اپنا اپنا حصہ اس میں ڈال رہے تھے۔ اگرچہ شرر کے عہد میں دوسرے مضمون نگار بھی تھے اور ان کا بھی کچھ نہ کچھ رول انشائیے میں ضرور رہا ہےلیکن شرر کا کمال یہ ہے کہ ''تہذیب الاخلاق'' اور سرسید کے رفقاء نے مل کر انشائیے کو ترقی دی اور شرر تن تنہا اس میدان میں آئے اور اپنے مشہور زمانہ رسالہ دلگداز میں اتنے انشائیے لکھے جتنے کسی اور مضمون نگار نے نہیں لکھے ہوں گے۔یہی وجہ ہے کہ ان کی جلد اول کے حصہ اول اور دوم انشائیوں کی ذیل میں شمار ہوتے ہیں۔

یوں ان انشا پردازوں نے انشائیہ کو ترقی کے راستے پر ڈالا۔ انشائیہ لکھنے کے اہم تجربات کیے اور اس فن کی روایت کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس سے پہلے کوئی خاص روایت موجود نہ تھی۔ آزاد کو چھوڑ کر باقی تمام انشائیہ نگار جن کا ذکر کیا گیا وہ 'تہذیب الاخلاق' کی پیدوار ہیں اور شرر کا بھی ایک خاص مقام و مرتبہ ہے۔ انشائیہ کے ارتقاء اور اس کی روایت کا سنگ بنیاد رکھنے میں 'تہذیب الاخلاق'، 'دلگداز' اور شرر کے دیگر رسائل نے اہم کردار ادا کیا۔

یہ درست ہے کہ اس دور کے انشائیوں میں ہلکا پھلکا انداز نہیں ہے۔ وہ ایک سنجیدہ ماحول کی پیدوار ہیں۔ سنجیدگی

غالب ہے۔ منطقیت پائی جاتی ہے اور شگفتگی کا پہلو کم ملتا ہے۔ لیکن یہ درست ہے کہ خلوص ان میں موجود ہے اگرچہ اس عہد کے انشائیہ نگاروں نے مغرب سے یہ چراغ روشن کیا تھا لیکن کمال یہ ہے کہ انہوں نے اپنی انفرادیت کو بھی برقرار رکھا۔

مجموعی طور پر اگر جائزہ لیا جائے تو شرر کا یہ عہد انشائیے کی ترقی میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اس زمانے میں نہ صرف اردو انشائیے کی بنیاد ڈالی گئی بلکہ اس کی بنیاد کو مضبوط بھی بنایا گیا اور اس میں شرر کا رول سب سے نمایاں ہے۔ انہوں نے تنہا اس عمارت کی بنیاد کو مضبوط بنانے کے لیے کام کیا۔ جب بھی انشائیہ کا نام لیا جاتا ہے یا اس پر بات کی جاتی ہے تو شرر کے تذکرہ کے بغیر یہ بات نہیں ہوسکتی۔ اس صنف ادب میں شرر کے مقام و مرتبہ کو کوئی نہیں گھٹا سکتا۔ زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ شرر کا نام اور ان کا کام اور زیادہ نمایاں صورت میں ابھرے گا۔

مولانا شرر کی تاریخی کتب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کا رجحان اسلامی تاریخ کی طرف بہت زیادہ تھا۔ تاریخی کتب میں ان کا یہ رجحان نمایاں ہے۔ انہوں نے قدیم اسلامی حالات کو پردہ گمنامی سے نکالا۔ اسلاف کے کارناموں کو بیان کر کے مسلمانوں کے دلوں میں ایک نیا ولولہ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے تاریخ جیسے خشک موضوع کو اپنی دلکش تحریر سے دلچسپ بنایا۔ تاریخ حروب صلیبیہ جس کے مصنف سرجارج ڈبلیو تھے اس کا ترجمہ بھی شرر نے کیا۔ ۱۹۰۵ء میں یہ تاریخ مکمل ہوئی اور دلگداز کے ساتھ شائع ہوتی رہی۔ ۱۹۱۷ء میں تاریخ یہود دو جلدوں میں شائع کی۔ پہلی بنواسرائیل کی تاریخ ہے اور دوسری ارض مقدس کے کوائف و واقعات ہیں۔ اگر شرر کی تاریخی کتب کا مطالعہ کیا جائے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے تاریخ کا بڑی زیرک نظری سے ایک ہونہار طالب علم کے شوق کی مانند مطالعہ کیا۔ گزرے ہوئے زمانوں اور عہد رفتہ کی تہذیب و معاشرت کا عمیق جائزہ لیا۔ معلومات حاصل کر کے قاری تک پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کی۔

شرر ایک سچے مسلمان تھے۔ وہ اپنی تاریخی کتب میں اسلامی افکار و شعار کی پاسداری کرتے ہیں۔ ان کی تاریخوں میں اسلامی تہذیب اپنی پوری آب و تاب سے جیتی جاگتی محسوس ہوتی ہے۔ ان کتب میں قرونِ اولیٰ کی اسلامی دنیا زندہ و تابندہ ملتی ہے۔ اسلامی واقعات بھی ایک خاطر خواہ تعداد میں موجود ہیں۔ ان کے ذکر سے قارئین میں شوکت رفتہ کا ایک خوشگوار احساس بیدار ہوتا ہے۔ اس نقطہ نظر سے بجا طور پر کہا جاتا ہے کہ مولانا نے اپنی تاریخوں کے ذریعے سے مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ میں نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔

شرر تاریخ نگاری کرتے ہوئے ایک دم سے عہد رفتہ میں نہیں پہنچ جاتے بلکہ وہ اپنے ماحول سے بھی وابستہ رہتے ہیں اور دونوں زمانوں کا ارتباط اپنے تخیل سے کرتے ہیں۔ ایسے مقامات پر ان کی فنی خوبیاں اور جوہر نمایاں ہوتے ہیں اور عوامی دلچسپی کو بھی برقرار رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تاریخیں کسی مخصوص طبقے یا دور کی نمائندگی نہیں کرتیں بلکہ یہ پوری قوم کی میراث بنتی ہیں۔ شرر نے اپنی تاریخی کتب میں اندازِ بیان اس قدر شستہ اور دلکش رکھا ہے کہ قاری اس میں محو ہو کر رہ جاتا ہے اور ہر واقعہ پورے پس منظر کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔ عبدالحلیم شرر کی تاریخی کتب کے مطالعے سے معاشرے کی تبدیلیوں کا پتہ چلتا ہے کہ ایک قوم جب تک اپنے علاقے میں محدود رہتی ہے تو اس کی دلچسپی اور معلومات کیا

ہوتی ہیں؟ لیکن جب یہی قوم تجارت سفارت اور جنگوں کے ذریعے دوسری اقوام سے واقف ہوتی ہے تو اس کی معلومات تاریخ میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ان کتب کے مطالعے سے معاشرہ کی تجارتی سرگرمیوں، ثقافتی ارتقاء اور اس کی فتوحات و شکست کا پتہ چلتا ہے۔شرر کی تاریخ نویسی معاشرہ کے حالات کی پیدوار ہے۔ یہ مورخ کے ذہن وفکر سے جنم لیتی ہے۔ جو کہ اسی معاشرے کا ایک فرد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی تاریخ نویسی میں ان کا عہد حالات اور واقعات جھلکتے ہیں۔ اگرچہ وہ ماضی کے بارے میں لکھتے ہیں مگر یہ ماضی ان کے عہد کے حالات کی تصویر پیش کرتا ہے۔قومیت کی تحریک میں ان کی تاریخ نویسی نے اہم کردار ادا کیا۔ اس لیے کہ اس عہد میں قوم اپنی شناخت کے مراحل میں تھی۔ اس کو متحد کرنے کا عمل جاری و ساری تھا۔شرر نے تاریخ نویسی کے ذریعے ماضی کی تشکیل کے ذریعے سے اپنی قوم کو عمل پر ابھارا۔ ماضی کے پرانے اور فراموش شدہ ہیروز کو دوبارہ زندہ کیا۔شرر واقعات کی تعبیر وتفسیر اپنے نظریات کی بنا پر کرتے ہیں۔ ان کی تاریخ نویسی کے ذریعہ سے ان کے رجحانات کو دیکھا جا سکتا ہے۔ جو ان کی تحریر میں جھلکتے ہیں۔ جب مورخ اپنے نظریات و افکار کے ذریعہ سے واقعات قلم بند کرتا ہے تو وہ ان میں زندگی پیدا کرتا ہے۔ تاریخ میں واقعات کہیں نہیں بدلتے مگر ان واقعات کو بیان کرنے کا نقطۂ نظر ہر عہد اور ہر زمانہ میں بدلتا رہتا ہے۔عبدالحلیم شرر نے تاریخی کتب لکھ کر عوام میں شعور پیدا کیا۔ وہ اپنے حقوق سے واقف ہوئے اور انہیں معلوم ہوا کہ ماضی میں جن شخصیتوں اور طبقوں نے ان کے حقوق غصب کیے تھے اور ان پر ظلم وستم کیا تھا ان کی اصل حقیقت سب کے سامنے واضح ہوئی تاکہ آئندہ ان کے دھوکے میں نہ آئیں اور باشعور ہو کر اپنی تقدیر خود بنائیں اور یہ کام خود کریں دوسروں کے حوالے نہ کریں۔ ان کی لکھی ہوئی تاریخوں میں کئی خامیاں پائی جاتی ہیں۔ قصے میں روانی اور تسلسل پیدا کرنے کے لیے وہ تاریخ نویسی کے اہم اصول کو پس پشت رکھ دیتے ہیں اور سن و تاریخ کا اندارج نہیں کرتے۔ جو تاریخ نویسی کی ایک بنیادی ضرورت ہے۔ اسی خواہش کی تکمیل کے لیے انہوں نے زبان اور اندازِ بیان بھی وہ اپنایا ہے جو تاریخ نویسی کے لیے ناموزوں ہے۔ ان کا انداز بیان کسی قدر شاعرانہ ہوتا ہے۔ الفاظ ومحاورے کی تلاش میں وہ سرگرداں رہتے ہیں اور انہی چیزوں کے استعمال کی بنا پر وہ تاریخ نویسی میں خاص مقام حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوتے۔

تاریخ نویسی کے وقت مورخ کو اپنی شخصیت کی جملہ حیثیتوں کو بدلنا چاہیے، لیکن شرر کی تاریخوں کے مطالعے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ ناول نگار شرر اور انشاپرواز شرر مورخ شرر پر فوقیت رکھتا ہے۔ شرر ناول نگاری کو تاریخ نویسی سے زیادہ مقدم سمجھتے ہیں اور یہی سوچ کا انداز ان کی تاریخی کتب میں نظر آتا ہے۔عبدالحلیم شرر کی تاریخی کتب کا عمیق مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے تاریخ کو اور خاص طور پر اسلامی تاریخ کو حد سے زیادہ اسٹڈی کیا یہی وجہ ہے کہ ان کی تاریخوں میں اور تاریخی ناولوں میں تحقیق و تدقیق کے ساتھ ساتھ سادہ الفاظ میں جوش پیدا کرنے اور واقعات کو انتہا سے زیادہ دلکش بنانے کا رجحان غالب رہا۔شرر نے جتنی بھی تاریخی کتب لکھی ان میں وہ سب اہمیت کی حامل ہیں۔ انہی کتب کی وجہ سے شرر ایک مورخ کے طور پر ابھرے ہیں۔ ان کی تاریخ نویسی میں خامیاں کم اور خوبیاں زیادہ ہیں۔ وہ ایک اچھے

مورخ تھے اور اس کا ثبوت ان کی تاریخی کتب کے مطالعے سے ہوتا ہے۔

عبدالحلیم شرر کی تاریخی کتب کے مطالعے سے جہاں شعور کی نشوونما ہوتی ہے وہاں عقل و دانش میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ اعلیٰ کمالات کے حامل افراد کے قصوں، حالات اور واقعات کے مطالعہ سے ویسا بننے کا ذوق و شوق جنم لیتا ہے۔ مصائب کا مقابلہ کرنے کی سکت پیدا ہوتی ہے۔ مختلف حکمرانوں کے عہد حکومت اور طرزِ حکومت کا پتہ چلتا ہے۔ ان کتب کے مطالعے سے ترقی کا جذبہ ابھرتا ہے۔ اسلاف کے کارناموں اور ان کے حالات و واقعات سے آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ ان کتب کے مطالعے سے نگاہ میں وسعت اور قلب و ذہن میں کشادگی پیدا ہوتی ہے۔ ان کتب کا مطالعہ درس ہدایت دیتا ہے۔ خاص کر اسلامی عہد کی تاریخ کے مطالعے سے نسل نو کو عزم و حوصلہ ملتا ہے۔ اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چلنے کی امنگ پیدا ہوتی ہے اور ان جیسا بننے پر فطرت آمادہ ہوتی ہے۔ حضرت علی کے بارے میں لکھتے ہیں: ’’بچپن میں ایمان لانے کی یہ برکت تھی کہ حضرت علیؓ نے کبھی کسی بت کے آگے سر نہیں جھکایا اور نہ کسی بت کدے میں جا کر پوجا کی۔‘‘ [۳]

ان کے مطالعے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس کرہ ارض پر کون کون سی قومیں آباد تھیں؟ ان کے طرز بود و باش، ان کے عروج و زوال کا پتہ چلتا ہے۔ شرر کی یہی کتب جن کی وجہ سے حجاب ماضی اٹھتا ہے۔ تاریخ اسلام اور خاص طور پر رسول پاکؐ اور ان کے صحابہ اکرام (خلفائے راشدین) کے حالات و واقعات ان کے طرزِ حکومت کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ کیسے کیسے مصائب انہوں نے برداشت کیے اور کس صبر و رضا کا انہوں نے مظاہرہ کیا؟ ’’اسوہ حسنہ‘‘ پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ مختلف حکمرانوں اور قوموں کے عروج و زوال کی داستانیں ان کتب میں پڑھ کر انسان عبرت حاصل کرتا ہے۔ شرر کی تاریخ نگاری کے ضمن میں ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں: ’’تاریخ نگاری میں شرر سرسید سے متاثر تھے۔ تاہم تاریخ میں تخیلی واقعہ نگاری، اصول تاریخ نویسی کے خلاف ہے اور شرر نے اس سے زیادہ کام لیا ہے۔‘‘ [۴] اگرچہ ان کی تاریخ نویسی میں تخیلی واقعہ نگاری زیادہ ہے لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ شرر نے جو کچھ لکھا ہے۔ ایک تاریخ کے طالب علم کے لیے معلومات کا خزانہ موجود ہے۔

رپوتاژ فرانسیسی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے معنی اطلاع اور خبر کے ہیں۔ اس صنف نثر میں مصنف پیش آمد واقعات کو بیان کرتا ہے۔ رپوتاژ نگاری ایک نئی صنف نثر ہے۔ اس میں گذشتہ واقعات کی سرگذشت اور واقعات کا روزنامچہ بغیر رنگ آمیزی کے پیش کیا جاتا ہے۔ اردو رپوتاژ نگاری کے ابتدائی نقوش انیسویں صدی کے آواخر میں ظاہر ہوئے۔ یہ وہ عہد تھا جب ملکی زندگی میں اصلاحی تحریکوں کا زور بڑھ رہا تھا۔ ان تحریکوں سے متعلق جلسوں کی روادا اخبار و رسائل میں شائع ہوتی تھی۔ شرر بھی اردو رپورتاژ نگاری کے اولین معماروں میں سے ایک ہیں۔ انہوں نے اتوار ۹ مئی ۱۸۸۷ء کو انجمن دارالسلام سے متعلق جلسے کا رپورتاژ لکھا۔ یہ جلسہ لکھنو میں قیصر باغ کی تاریخی عمارت میں منعقد ہوا تھا۔ شرر کے بیان کے مطابق اس جلسہ میں ۲۰ ہزار افراد شریک تھے۔ اس یادگار جلسے سے متعلق رپوتاژ شرر نے لکھا جو کہ چھ صفحات پر

مشتمل تھا اور اسے دلگداز کے اپریل ۱۸۸۸ء کے شمارہ میں شائع کیا۔ شرر نے اپنے مخصوص اندازِ بیان اور دلکش اسلوب میں اس جلسے کا آنکھوں دیکھا حال لکھا۔

شرر نے جو مضامین مختلف رسائل میں لکھے ان میں انہوں نے مختلف تنقیدی تصورات پیش کیے ہیں۔ ان کی بنا پر کیا جا سکتا ہے کہ وہ نقاد بھی تھے۔ انہوں نے اردو میں نظم معریٰ کی ابتدا کی اور اس کے حق میں مختلف مضامین لکھ کر نظری بنیاد پر اس کے فروغ کے لیے راہ ہموار کی۔ نظم معریٰ کو ڈرامے کی شکل میں استعمال کر کے اس کی مثال قائم کی۔ شرر نے اردو ادب میں ناول نگاری کے حق میں پُر دلائل مضامین لکھ کر اپنی تنقیدی بصیرت کا نمونہ پیش کیا۔ شرر نے شاعری، ادب، معاشرت، تہذیب و تمدن جیسے موضوعات پر بھی قلم اٹھایا۔ آپ نے علم و ادب اور صحافت میں تحقیق و تنقید کا معیار قائم کیا۔ شرر نے اپنی تنقیدی آرا مختلف مضامین میں پیش کیں جو عصری مباحث، وقتی تقاضوں اور ہنگامی موضوعات کے لحاظ سے لکھی تھیں۔ رومانوی تنقید کے ابتدائی آثار بھی شرر کے مضامین اور صحافیانہ تحریروں میں نظر آتے ہیں۔ شرر کے تنقیدی تصورات اور رویوں کا اگر عمیق مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ان پر حالی اور سرسید کی عقلیت، عملیت، افادیت اور اصلاحی و اخلاقی رویوں کا اثر تھا اور دوسری طرف جمالیاتی حظ، شعری تاثرات اور شعر کے وجدانی و تخیلاتی سحر کے بھی قائل تھے۔ شرر کے نزدیک شاعری قدرتی جذبات کے اظہار کا دوسرا نام ہے۔ یہ جذبات انسان کے دل میں فطری طور پر پیدا ہوتے ہیں۔ شرر کے نظریے کے مطابق شاعری انسانی دل کا معاملہ ہے جو ایک دل میں جنم لے کر دوسرے دل کو متاثر کرتا ہے۔

شرر نے جو مضامین اپنے ناولوں کے دفاع میں لکھے ہیں ان میں بھی ان کے تنقیدی نظریات کی جھلک صاف دکھائی دیتی ہے۔ شرر نے ادب کے متعلق بھی اپنے نظریات مختلف مضامین میں پیش کیے ہیں۔ جن کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ادب کی جمالیاتی قدر کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور افادی قدر کی حیثیت ان کے نزدیک ثانوی ہے۔ شرر کے نظریات سرسید، حالی اور ڈپٹی نذیر احمد سے مختلف نظر آتے ہیں۔ شرر رومانوی طرز احساس کے حامل تھے۔ وہ سنہرے ماضی کا تصور رکھتے تھے۔ شرر نے دبستان دہلی اور دبستان لکھنو کے متعلق بھی اپنے نظریات پیش کیے۔ شرر دہلی کی شاعری کی خوبیوں کو لکھنوی شاعری کی خوبیوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ دلی کی شاعری میں سادگی، جذباتی اپیل اور نیچر کا سماں دکھانے کی خوبی تھی اور اس خوبی کو شرر لکھنو کی بلند پروازی اور مضمون آفرینی پر ترجیح دیتے ہیں۔ شرر زبان کے اعتبار سے لکھنو کو دلی پر اور خیال کے اظہار سے دلی کو لکھنو پر فوقیت دیتے ہیں۔ شرر کے نزدیک شاعری کی خوبی، سادگی اظہار اور خلوص جذبات ہے۔

مولانا جب انیس برس کے ہوئے تو آپ اودھ اخبار کے لیے خبریں بھیجتے تھے۔ اس وقت شرر کا قیام مٹیا برج میں تھا۔ یہی وہ دور ہے جب شرر کو انشا پردازی و اخبا نویسی سے لگاؤ پیدا ہوا تھا۔ مٹیا برج سے جب لکھنو آئے تو انہوں نے اخبارات میں مضمون نگاری کا سلسلہ شروع کیا۔ منشی نولکشور نے جب مولانا کے مضامین کے رنگ ڈھنگ اور ذوق وشوق کو دیکھا تو انہیں اخبار کے ادارہ تحریر میں لے لیا، یوں شرر نے مضمون نگاری کا آغاز کیا۔ ان کے رنگ عبارت کو ہر جگہ پذیرائی ملی۔ سرسید احمد خان نے بھی ان کے مضمون روح سے چند اقتباس لیے مولانا نے اپنی صحافتی زندگی کا جب آغاز کیا

تو انہوں نے کئی رسائل و اخبارات شائع کیے۔ جن میں محشر، دلگداز، مہذب، اتحاد، پردہ عصمت وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ یہی وہ رسائل و اخبارات ہیں جنہوں نے مولانا کے نام کی دھوم مچا دی تھی۔ مولانا نے اپنی زندگی میں آٹھ کے قریب رسائل و اخبارات نکالے تھے۔منشی احمد علی کسمنڈی ہی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے انہیں انشاپردازی کا شوق دلایا تھا۔ مولانا کو صحافت کے میدان میں شہرت اس وقت ملی جب وہ اودھ اخبار کے ایڈیٹوریل اسٹاف میں شامل ہوئے تھے۔

مولانا نے اپنی صحافتی زندگی میں کئی رسائل و اخبارات شائع کیے تھے لیکن جو شہرت دلگداز کو ملی وہ باقی کسی کو نہ مل سکی۔ ۱۸۸۷ء میں شرر نے اپنا شیرہ آفاق رسالہ جاری کیا تھا۔ ''دل گداز'' نے بہت سے نشیب و فراز دیکھے کبھی شائع ہوتا تھا اور کبھی بند ہو جاتا تھا۔ ''دل گداز'' کے علاوہ ''مہذب'' نامی ہفتہ وار رسالہ نکالا جس میں علمائے اسلام کی سوانح حیات کو شائع کرتے تھے۔ اس رسالے کو بھی کافی شہرت نصیب ہوئی۔ پردہ عصمت ایک پندرہ روزہ اخبار تھا۔ جس میں شرر نے مروجہ پردہ کو غیر شرعی ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔

اردو نثر کی تاریخ میں بطور صحافی شرر کا خاص مقام و مرتبہ ہے۔ ان کی ناول نگاری کا آغاز ''دلگداز'' سے ہوا، جس کی وجہ سے انہیں اردو کا پہلا تاریخی ناول نگار تسلیم کیا گیا۔ شرر مضمون نگار اور صحافی تھے۔ تاریخ دان اور معلم بھی تھے۔ یہی وہ میدان ہیں جن میں شرر نے اپنے عہد کے سیاسی، معاشرتی اور مذہبی احساس کی ترجمانی کی اور اردو ادب میں ایسے طرز تحریر اور اسلوب نگارش کی بنیاد ڈالی جو قاری کے لیے دلچسپ اور دل آویز ہے۔ یہی وہ انداز تحریر ہے جو کہ جدید ذوق کے میلان کا صحیح مظہر بھی ہے۔ اگرچہ بحیثیت صحافی شرر نے کئی رسائل و اخبارات شائع کیے۔ لیکن شرر کی توجہ کا مرکز اور ان کی مختلف جہتوں کی پرورش کا گہوارہ صرف اور صرف ''دلگداز'' ہی تھا جو کہ اردو ادب میں نئے رنگ کا موجد ہے۔ ''تہذیب الاخلاق'' اور ''دلگداز'' اپنے عہد کے وہ رسائل تھے جنہوں نے مقالہ نگاری اور مضمون نگاری کے ارتقاء میں سب سے زیادہ مدد دی۔ ان کی وجہ سے ادب، انشاپردازی اور فکر و تخیل کو پنپنے کا صحیح موقع نصیب ہوا۔ دلگداز کے اداریوں کو اس لحاظ سے بڑی اہمیت حاصل تھی کہ ان میں قومی، سیاسی مسائل پر اظہار خیال کیا جاتا تھا۔ ان اداریوں کو ہم بلاشبہ شرر کے شعوری دور کی ڈائری اور روزنامچہ قرار دے سکتے ہیں۔ ''دلگداز'' کے بعد قومی نقطہ نظر سے ''مہذب'' کو اہمیت حاصل ہے۔ یہی وہ رسالہ تھا جس میں شرر نے دو قومی نظریے کو پیش کیا تھا۔

اردو نثر میں مقالہ، مضامین اور انشائیہ و ناول نگاری کے فروغ میں شرر کے صحافتی ادب نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ شرر نے اپنی صحافت کے ذریعے سے سنجیدہ فکری کے فروغ میں فعال کردار ادا کیا ہے۔ شرر نے بطور صحافی جو کچھ لکھا اس کی وجہ سے باذوق قارئین کا ایک حلقہ پیدا ہوا اور اہل قلم نے زبان و بیان کی لطافتوں اور اسلوب کی نزاکتوں کی طرف شعوری توجہ دی۔ ''تہذیب الاخلاق'' اور ''دلگداز'' کے منظر عام پر آنے کے بعد اردو نثر کی مقبولیت کا گراف بلند سے بلند تر ہوتا گیا۔ شرر نے جتنے بھی اخبارات و رسائل شائع کیے تھے وہ اپنے وقت کے مقبول ترین جرائد و رسائل تھے۔ مقبولیت کی وجہ واقعات و معاملات پر بے لاگ رائے کا اظہار تھا۔ وسعت مطالعہ، معاملات اور تعمیری نقطہ نظر بھی ان میں کارفرما تھا۔

شرر کے زمانے میں کئی اخبارات و رسائل شائع ہوئے۔ ہر ایک اپنی جگہ پر اہمیت کا حامل تھا۔لیکن شرر کے دلگداز نے جومقام حاصل کیا وہ شاید کسی اور کے حصے میں کم ہی آیا ہے۔ اگرچہ یہ رسالہ کئی بار نکلا اور بند ہوا لیکن جب بھی یہ منظر عام پر آتا تھا تو ناقابل فراموش یادیں چھوڑتا تھا۔ اس نے اردو دان طبقے کی ناقابل فراموش خدمت سرانجام دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے اردو کے معروف ومقبول ترین ادبی رسالوں میں شامل کیا جاتا ہے۔ یہی وہ رسالہ تھا جس میں شرر نے اپنے شاعرانہ و عاشقانہ، تاریخی، اصلاحی، محققانہ ہرقسم کے مضامین لکھ کر شائع کیے تھے۔ انیسویں صدی عیسوی کے شروع کا زمانہ شرر کی صحافتی زندگی کے اوج شہرت کا زمانہ تھا۔ دلگداز اپنے زمانے میں ملک کے ادبی رسالوں کا سردار تسلیم کیا جاتا تھا۔ دلگداز میں شائع ہونے والے قصے درد والم سے بھرپور ہوتے تھے۔ یہ آوارہ گردی سحر انودوی کی داستانیں بھی سناتا تھا۔ شرر نے ''دلگداز'' اور ''مہذب'' کے ذریعے سے علی گڑھ تحریک کی معنویت کو آگے بڑھانے کی سعی و جدوجہد کی۔ دلگداز شرر کا خاص رسالہ تھا۔ شرر اس میں زیادہ تر تاریخی مضامین اور قصے شائع کرتے تھے۔

شرر نے اپنی صحافتی تحریروں کے ذریعے سے قوم کے مفہوم کو صحیح طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا، تاریخ اسلام کے درخشندہ عہد کو بیان کیا تاکہ مسلمانوں کے اندر کام کرنے کا جذبہ پیدا ہو۔ انھوں نے قومیت، حب الوطنی، سچی ہمدردی اور خلوص سے بھرپور باتیں لوگوں کو سکھائیں۔ جس پر ہم جتنا بھی ناز کریں کم ہے۔ اردو ادب میں صحافتی ادب کا ارتقا سرسید کے بعد شرر ہی کا مرہون منت ہے۔ اس میدان میں ان کی خدمات نظر انداز نہیں کی جاسکتی ہیں۔ ان کا رسالہ دلگداز اگرچہ اردو کا پہلا رسالہ نہ تھا لیکن صحافت میں کئی خوش آئند تبدیلیوں کا نقیب ضرور ثابت ہوا۔

شرر نے جب صحافتی زندگی میں قدم رکھا تھا قوم کی حالت بہت خراب تھی۔ وہی قوم جو ایک زمانہ میں علم وفضل میں صنعت وحرفت میں، تجارت وحکمرانی میں ترقی کے اعلیٰ مدارج تک پہنچ چکی تھی۔ اب وہ ہی قوم تنزل کا شکار تھی۔ ان حالات میں شرر نے اپنی صحافت کو مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ اور ہمہ تن ان کی اپنی مشکلات کے حل میں مصروف ہو گئے۔ دل و دماغ۔ قلم اور زبان کو ان کے لیے استعمال کیا۔ شرر کے اخبارات و رسائل اور خصوصاً ''دلگداز'' اور ''مہذب'' نے قوم کو خواب غفلت سے بیدار کیا۔ ان سریلی تحریر میں وہ غضب کی طاقت تھی کہ ہر دل میں جادو سا اثر کر گئی۔ جس گھر میں پہنچی مقناطیس کا کام کر دکھایا۔ ان کی تحریروں نے سوتوں کو جگایا۔ مستوں کو ہوشیار کیا۔ مردہ تنوں میں روح پھونکی۔ یہی وہ رسالہ تھا جس نے بتا دیا کہ سچا اسلام کیا ہے۔ جس نے تاریخ اسلام کے باب کو روشن کیا۔ یہی وہ پرچہ تھا جس میں شرر نے گلزارنسیم کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کھل کر کیا۔

> گلزارنسیم کے اختصار، اس کی ترکیبوں کی پختگی تشبیہات کامل، کلام کی سادگی و روانی اور پاکیزگی زبان کی نسبت جو کچھ لکھا گیا ہے بہت صحیح ہے بلکہ اس سے بڑھ کے ہے۔ ہم لکھتے تو اس سے کچھ زیادہ ہی لکھتے۔ اس لیے کہ ہم ہمیشہ سے گلزارنسیم کے بہت بڑے معترف ہیں مگر افسوس اس بات کا ہے کہ اس کے دوسرے رخ یعنی مثنوی گلزارنسیم کے عیوب کی طرف سے مسٹر چکبست نے بالکل چشم پوشی کی۔[۵]

۱۸۵۷ء کے بعد صحافت میں نئے موڑ کا اضافہ ہوا۔ شرر نے اپنی تحریروں سے ملک و قوم کی جہاں خدمت کی وہاں ادب اور صحافت کو بھی نئے راستے دکھائے۔ مقصدیت کو ان میدانوں میں داخل کیا۔ سماج کی اصلاح کو مقصد ادب بنایا۔ ''دلگداز'' نے ادب و صحافت کی جو ناقابل فراموش خدمت کی وہ ہمیشہ زندہ رہے گی۔ اس رسالے کی خوبی یہ ہے کہ موجودہ اردو ادب کی تاریخ کے آغاز و ارتقا میں اس نے اپنا حصہ ڈالا۔ اس کے ذریعے سے زبان و ادب کو فروغ ملا۔ اردو زبان اس قابل ہوئی کہ اس میں ہر قسم کے موضوعات اور مضامین ادا ہونے لگے۔ اس زمانے کا کوئی ادیب اور صحافی ایسا نہ تھا جس پر اس کا اثر نہ ہوا ہو۔ شرر کا یہ اہم ترین رسالہ تھا۔ اس نے کسی فرد اور کسی فرقے کی دل آزادی بہت کم کی۔ ''تہذیب الاخلاق'' اور ''دلگداز'' نے ملک و قوم کی جو خدمت کی وہ کسی اور رسالے کو نصیب نہ ہو سکی۔ سید وقار احمد رضوی رقمطراز ہیں: ''......ماہناموں میں تہذیب الاخلاق سب سے آگے ہے۔ دلگداز لکھنو ادب و تاریخ سے بحث کرتا ہے۔ ان دونوں رسالوں نے ادب و تاریخ کو رواج دیا۔''[۶]

شرر نے کئی اصناف ادب پر لکھا لیکن خطوط نگاری میں ان کا جو انداز ہے۔ وہ ان کی دوسری اصناف میں کم دکھائی دیتا ہے۔ اس لیے کہ نظم، ناول، ڈراما، مضمون، انشائیہ، سوانح عمری، تاریخ اور دیگر اصناف میں صنعت گری کرنی پڑتی ہے۔ اس لیے کہ یہ علمی و ادبی کوشش غیروں کے لیے ہوتی ہے۔ اس میں عبارت آرائی بھی کرنی پڑتی ہے۔ تکلف و تصنع کا خیال بھی رکھنا پڑتا ہے۔ خیال کو صاف صاف لکھنے کی بجائے طرح طرح کے پیرائے اختیار کرنے پڑتے ہیں لیکن برعکس اس کے جب کوئی خط لکھتا ہے تو وہاں غیریت ختم ہو جاتی ہے۔ دوئی کا پردہ حائل نہیں ہوتا۔ مکتوب نگار ہر ایک بات کو اسی طرح لکھ دیتا ہے جیسے وہ سمجھتا ہے۔ دلی کیفیات و احساسات و جذبات کو صاف صاف اور سچ سچ کاغذ پر اتار دیتا ہے۔ یہی سادگی، بے ریائی دلوں کو بھاتی ہے۔

شرر نے زیادہ تر خانگی خطوط لکھے ہیں یا پھر اپنے عزیزوں اور مخلص دوستوں کو لکھے ہیں۔ ان کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے۔ شرر نے تکلف و تصنع سے کام نہیں لیا۔ تحریر میں سادگی، سلاست اور دلکشی و دلچسپی موجود ہے۔ ان میں صداقت و خلوص ہے یوں محسوس ہوتا ہے کہ دو افراد کے مابین گفتگو ہو رہی ہے۔ خطوط شرر اس لحاظ سے اہمیت کے حامل ہیں کہ ان سے مکتوب نگار کی سیرت و کردار کا جیسا اندازہ ہوتا ہے وہ دوسرے اصناف نثر سے نہیں ہو سکتا۔ جو خیال جس طرح ان کے دل میں پیدا ہوتا ہے اس کو اسی طرح بیان کر دیتے ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ ان کا دل کاغذ کے ٹکڑوں پر بکھرا ہوا ہے۔

آج اگرچہ شرر کا نام بازار ادب میں ایک ہی صنف ادب کی حیثیت سے پہنچانا جاتا ہے لیکن وہ دن دور نہیں جب مسلمان اپنے خادموں کی تاریخ مرتب کرنا شروع کریں گے تو ہر صنف ادب میں ان کا ذکر ضرور آئے گا۔ شرر اپنے وقت کے نمایاں نثر نگار اور مشہور ادیب تھے۔ انہیں اپنے دور میں وہ پذیرائی نہ مل سکی جس کے وہ حق دار تھے۔ شرر کی ادبی خدمات کی وہ قدر افزائی نہیں ہوئی جو ہونی چاہیے تھی۔ شرر اردو زبان و ادب کے زبردست انشا پرداز اور تاریخ کے ماہر تھے۔ شرر نے اردو ادب کو بہت کچھ دیا۔ ان کا سب سے بڑا عطیہ یہ ہے کہ انہوں نے نظم معریٰ کی داغ بیل ڈالی۔ شرر کا

یہ سب سے بڑا ادبی کارنامہ ہے کہ انہوں نے اردو نظم کی جامد ہیئت کو توڑ کر جذبہ و خیال کو ردیف و قافیے کی پابندی سے نجات دلائی اور نظم معریٰ کی ابتداء کی۔

اردو ادب میں جب بھی شرر کا ذکر ہوتا ہے تو ذہن فوراً عبدالحلیم شرر کی ناول نگاری کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ اگرچہ اردو کے ناول نگاروں میں شرر سب سے زیادہ مشہور و معروف ہیں، انہوں نے ناول پڑھنے کا شوق لوگوں میں پیدا کیا۔ تاریخی اور معاشرتی ناول لکھے۔ اردو ادب کے قارئین ان کو تاریخی ناول نگار کی حیثیت سے جانتے اور پہچانتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ شرر اس کے علاوہ بھی بہت کچھ تھے۔ وہ ڈرامہ نگار بھی تھے اور شاعر بھی۔ مورّخ بھی تھے اور صحافی بھی۔ مضمون نگار، انشائیہ نگار اور مقالہ نگار بھی تھے۔ سیرت نگاری اور سوانح عمریاں لکھ کر بھی ادب میں نام کمایا ہے۔ وہ اپنے دور کے نمائندہ نثر نگار تھے۔ جنہوں نے ہر ایک صنف نثر میں کچھ نہ کچھ پیش کیا ہے۔

> ان کا قلم ادب کے کسی میدان میں بھی بند نہیں تھا وہ ناول نویس بھی تھے، مورخ بھی تھے، صحافی بھی تھے ،ڈرامہ نویس بھی تھے، معلم بھی تھے،نقاد بھی تھے ۔مترجم بھی تھے، فنون لطیفہ کے نباض بھی تھے۔ انشاء پرداز بھی تھے، شاعر بھی تھے، مصلح بھی تھے غرض کیا کچھ نہیں تھے؟ ان کے مقالات اور مضامین جو آٹھ جلدوں پر مشتمل ہیں ان کی ہمہ گیر طبیعت کا ثبوت ہیں۔[۷]

اردو ادب میں شرر کا ایک خاص مقام و مرتبہ ہے۔ اردو کی افسانوی اور غیر افسانوی نثر میں ان کی نگارشات اضافے کا باعث بنتی رہیں گی۔ ان کے ادبی مقام و مرتبہ کے تعین کے لیے قابل قدر کوششیں ہو چکی ہیں لیکن افسانوی اور غیر افسانوی نثر میں شرر کے ادبی کارنامے زیادہ محنت و توجہ کے طلب گار ہیں۔

## حواشی و حوالہ جات


۱۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر، وجی سے عبدالحق تک، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۶ء، ص۱۰۸

۲۔ انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب کی تحریکیں، انجمن ترقی اردو، پاکستان، ۱۹۸۵ء، ص۳۴۹

۳۔ عبدالحلیم شرر، تاریخ اسلام، جلد دوم، مقبول اکیڈمی، لاہور، ۱۹۸۸ء، ص۹۴۲

۴۔ انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب کی تحریکیں، ص۳۴۹

۵۔ محمد شفیع، مولف، معرکہ چکبست و شرر، منشی نول کشور لکھنو، ۱۹۴۲ء، ص۵۷

۶۔ وقار احمد رضوی، سید، ڈاکٹر، تاریخ نقد، آگہی پبلی کیشنز، کراچی، ۱۹۹۷ء، ص۳۴۱

۷۔ خاکی قزلباش، مولانا عبدالحلیم شرر، مشمولہ، نقوش، شخصیات نمبر، شمارہ ۴۷۔۴۸، جنوری ۱۹۵۵ء، ادارہ فروغ اردو، لاہور، ص۵۵